ماہنامہ
جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

جلد نمبر 27......شمارہ نمبر 08 ...... اگست 2020

(قیمت 10 روپے)

Monthly JEHD-E-HAQ - August 2020 - Registered No. CPL-13

”وسیع پیمانے پر یا منظّم جبری گمشدگیاں انسانیت کے خلاف جرم ہے“

تمام افراد کو جبری گمشدگیوں سے تحفظ فراہم کرنے کا عالمی معاہدہ، دفعہ ۵

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوام عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ	متن
دفعہ - 1	تمام انسان آزاد اور حقوق و عزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔
دفعہ -2	ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقدار اعلیٰ کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔
دفعہ - 3	ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔
دفعہ - 4	کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جا سکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہوگی۔
دفعہ - 5	کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔
دفعہ - 6	ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔
دفعہ - 7	قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔
دفعہ - 8	ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، با اختیار قومی عدالتوں سے موثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔
دفعہ - 9	کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔
دفعہ - 10	ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق و فرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔
دفعہ - 11	(1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جا سکی ہوں۔ (2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔
دفعہ - 12	کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط و کتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔
دفعہ - 13	(1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل و حرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آجانے کا بھی حق ہے۔
دفعہ - 14	(1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔ (2) یہ حق ان عدالتی کاروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جا سکتا جو خالصتا غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔
دفعہ - 15	(1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔ (2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔
دفعہ - 16	(1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ (2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔ (3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔
دفعہ - 17	(1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔ (2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔
دفعہ - 18	ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتمائی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔
دفعہ - 19	ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔
دفعہ - 20	(1) ہر شخص کو پرامن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ (2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔
دفعہ - 21	(۱) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔ (3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔
دفعہ - 22	معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشو نما کے لیے لازم ہیں۔
دفعہ - 23	(1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب و معقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔ (3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب و معقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل و عیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جا سکے۔ (4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔
دفعہ - 24	ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔
دفعہ - 25	(1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی صحت اور فلاح و بہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہء قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔ (2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔
دفعہ - 26	(1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔ (2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشو نما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔ (3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔
دفعہ - 27	(1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔ (2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں
دفعہ - 28	ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔
دفعہ - 29	(1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشو و نما ممکن ہے۔ (2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح و بہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔ (3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جا سکتیں۔
دفعہ - 30	اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جا سکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

حکومت نے کوویڈ 19 پر غیر تسلّی بخش ردِ عمل کا مظاہرہ کیا ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے کوویڈ 19 وباء سے متعلقہ فیصلہ سازی کے معاملات پر پارلیمانی نگرانی کی فوری بحالی کا مطالبہ کیا ہے۔حکومت کا مجموعی ردِ عمل اعلیٰ سطح پر جاری ہونے والے بے ربط بیانات سے شدید متاثر ہوا ہے اور اب وفاقی وصوبائی حکومتوں کو چاہیے کہ وہ بحران کے اِس مشکل گھڑی میں متحدہ ردِ عمل دے کر اپنی غلطی کی تصحیح کریں۔ایچ آر سی پی نے یہ مطالبہ بھی کیا ہے کہ وباء کی روک تھام اور علاج معالجے سے متعلقہ تمام کوششوں میں پسے ہوئے اور خستہ حال لوگوں کے مفادات کو اوّلین ترجیح دی جائے، نہ صرف حالیہ صورتحال میں بلکہ طویل المدتی اصول اور پالیسی کے طور پر بھی۔

ایچ آر سی پی نے آج اپنی ایک تجزیاتی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ جاری کی ہے جس کے مطابق، وباء کے پھیلاؤ نے ریاستی اداروں اور حکمران اشرافیہ پر عوام کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے اور عوام کی نظروں میں اُن کی عزت پہلے سے کم ہوگئی ہے۔صحت عامہ کے بحران نے ملک کے نظام میں پہلے سے پائی جانیوالے امتیازی سلوک اور عدم مساوات کو اور تیز کر دیا اور غلط سماجیو معاشی ترجیحات سے پردہ ہٹا دیا ہے۔

رپورٹ میں ملک بھر سے مختلف شعبہ ہائے جات سے تعلق رکھنے والے شہریوں کے انٹرویوز شامل ہیں، جن میں صرف 25 فیصد کا خیال تھا کہ وفاقی حکومت کے اقدامات کوویڈ 19 پر قابو پانے میں مؤثر ثابت ہوئے ہیں۔لگ بھگ 94 فیصد کا خیال تھا کہ وباء نے سب سے زیادہ دہاڑی دار مزدور کو متاثر کیا ہے۔نصف سے زائد یہ سوچ کر پریشان تھے کہ امدادی سامان کی تقسیم میں مذہبی اقلیتوں کے خلاف امتیازی سلوک ہوگا اور تقریباً 70 فیصد نے محسوس کیا کہ عورتوں کے خلاف گھریلو تشدد کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے۔

معاشی سرگرمی کی بحالی کی کوئی بھی کوشش طلب میں اضافے پر مبنی ہونی چاہیے اور لوگوں کو ملازمت سے نکالے جانے سے گریز کیا جائے۔اِس کے علاوہ، روزگار پیدا کرنے اور وسیع تر، مؤثر سماجی تحفظ کے لیے درکار وسائل بنانے کے لیے حکومت کو متڑوک سرکاری ڈویژنوں اور محکموں اور غیر ضروری دفاعی اخراجات سے فوری چھٹکارا پانا ہوگا۔

جہاں تک صحت عامہ کا تعلق ہے، ایسی حکمتِ عملی اپنائی جائے جو بیماریوں کے جنم لینے اور پھیلاؤ سے قبل ہی اُن کی روک تھام پر زور دے۔اگلی صفوں پر کام کرنے والے تمام لوگوں، بشمول صفائی ستھرائی پر مامور عملے کو ذاتی حفاظتی ساز وسامان فراہم کیا جائے۔قلیل المدتی پالیسی کے طور پر، حکومت کو صوبائی سطح پر صحت کے شعبوں میں خالی اسامیاں پُر کرنے اور قرنطینہ اور تنہائی کے لیے ضلعی ہسپتالوں کو استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔

عورتوں کی صحت، روزگار اور گھریلو تشدد جیسے خاص معاملات فوری توجہ کے طلب گار ہیں۔حکومت اور سول سوسائٹی کے ادارے مذہبی اقلیتوں، معذوریوں میں مبتلا افراد، عمر رسیدہ افراد اور خواجہ سراؤں کی نامساعد حالت سے صرفِ نظر کے متحمل نہیں ہوسکتے، خاص طور پر اُن لوگوں کو صحت کی سہولیات اور امدادی سامان کی فراہمی ایسے معاملات کے حوالے سے۔آن لائن تعلیم اور انٹرنیٹ کی سروس کی عدم دستیابی سے جڑے مسائل کو فوری طور پر حل کرنے کی ضرورت ہے۔پاکستان کی جیلوں پر بھی سنجیدہ توجہ دی جائے جو وبائی امراض کا آسان ہدف بن سکتی ہیں۔

یہ تمام سطحوں کی حکومتوں کے لیے فیصلہ کن گھڑی ہے۔اُن کی کارکردگی کا جائزہ اِس بنیاد پر لیا جائے گا کہ انہوں نے اِس بحران کا سامنا کس طرح کیا، اور یہ حقیقت بھی پیشِ نظر رہے کہ بحران کے اثرات کو کم کرنے کے لیے ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔19 جولائی 2020]

فہرست

پریس ریلیزیں 03

کوویڈ۔19 سے نبٹنے کے لیے ہنگامی اختیارات کا استعمال اور بحران پر ردِعمل 05

مذہبی بنیاد پرستی سماج کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے 13

بلوچستان: 'نامعلوم عناصر' کی معلوم کارروائیاں 14

توہین مذہب کے الزام میں قید شگفتہ کوثر اور شفقت ایمینوئل کو اپنی اپیل کے فیصلے کا انتظار 15

مشکل وقت سامنے ہے 18

لڑکی کو تعلیم دینا قوم کو تعلیم دینے کے مترادف ہے 19

اب پنجاب میں کوئی کتاب چھاپ کر دکھائے 20

ہونہار طالبہ سے بھکاری تک 21

معذوری کے شکار افراد کے حقوق 22

وزیراں کی موت کی مکمل، حساس تحقیقات کی جائے

ایک آزادانہ فیکٹ فائنڈنگ مشن کے بعد، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کو اس بات پر سخت تشویش ہے کہ خواتین کی اپنے زندگی اور تحفظ کے حق سے ناواقفیت، خواتین کے لیے مخصوص پولیس اور دیگر خدمات تک عدم رسائی، اور وٹہ سٹہ جیسی روایات کا ایک اور خاتون نشانہ بن گئی ہے۔ وڈا چاچڑ گاؤں کی رہائشی وزیراں نامی جواں سال خاتون کی مسخ شدہ لاش 28 جون کو انڈس ہائی وے کے کنارے ملی۔ وہ بظاہر موت کے وقت دو ماہ کی حاملہ تھی۔

اب تک تین ملزمان کو گرفتار کیا گیا ہے۔ ایچ آر سی پی کا ماننا ہے کہ یہ انتقامی کارروائی تھی جس کا ممکنہ طور پر تعلق وٹہ سٹہ کی شادی سے تھا۔ ایچ آر سی پی کو یہ جان کر تشویش ہوئی کہ گاؤں کے کئی رہائشی اس قتل کو 'حادثہ' یا 'خودکشی' قرار دے رہے تھے، باوجود اس کے کہ پوسٹ مارٹم رپورٹ میں اس بات کی نشاندہی ہوئی تھی کہ اسے بھاری اور تیز دھار آلے سے تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ یہ امر بھی باعث تشویش ہے کہ، بظاہر، پوسٹ مارٹم میں یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ اسے جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا گیا تھا یا نہیں۔

ایچ آر سی پی پولیس اور مقامی انتظامیہ پر زور دیتا ہے کہ وہ واقعے کی مکمل تحقیقات کریں۔ ایچ آر سی پی حکومت سے بھی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ خواتین پولیس ڈیسک تشکیل دے جس کے عملے میں ایسے تربیت یافتہ پولیس افسران شامل ہوں جو قانون اور طریق ہائے کار کا مکمل علم رکھتے ہوں، خاص طور پر انسانی حقوق کے تناظر میں۔ طویل المدت طور پر، یہ ضروری ہے کہ کمیونٹیز کو خواتین کے خلاف وسیع پیمانے پر ہونے والے تشدد کے واقعات کے حوالے سے منظم اور مؤثر طور پر حساس بنایا جائے تا کہ اس امر کو یقینی بنایا جاسکے کہ ایسے واقعات کسی بھی حالات میں قابلِ قبول نہ ہوں۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 15 جولائی 2020]

حنا جیلانی کو امریکن سوسائٹی آف انٹرنیشنل ایوارڈ سے نوازا گیا ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کو یہ بتا کر بڑی مُسرت محسوس ہو رہی ہے کہ امریکن سوسائٹی آف انٹرنیشنل لاء نے حنا جیلانی کو 2020 کے لیے گرانقدر اعزازی رکن ایوارڈ سے نوازا ہے۔

حنا جیلانی ایچ آر سی پی کے بانی اراکین میں شامل ہیں، سیکریٹری جنرل رہی ہیں اور آجکل کمیشن کی کونسل رکن ہیں۔ عالمی سطح کی نامور وکیل ہونے کے علاوہ، ان کا شمار پاکستان میں انسانی حقوق کی تحریک کی بنیاد رکھنے والوں میں ہوتا ہے اور دنیا بھر میں انسانی حقوق کے قابلِ احترام محافظین میں شمار ہوتی ہیں۔

عالمی سطح پر وہ کئی نمایاں عہدوں پر براجمان رہی ہیں۔ وہ انسانی حقوق کے محافظین کے لیے اقوامِ متحدہ کی خصوصی مندوب، دارفر پر عالمی کمیشن برائے انکوائری کی رکن، غزہ پر یو این فیکٹ فائنڈنگ مشن کی رکن، اور عالمی کمیشن برائے ماہرین قانون کے تشکیل کردہ پینل برائے نامور ماہرین قانون کی رکن کی حیثیت سے خدمات انجام دیتی رہی ہیں۔ پاکستان میں وہ سماج کے سب سے پسے ہوئے اور غیر محفوظ طبقوں کے ساتھ امتیازی سلوک کی سخت مخالف کے طور پر جانی جاتی ہیں۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 29 جولائی 2020]

مطیع اللہ جان کو فوری طور پر رہا کیا جائے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی)

پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس (پی ایف یو جے) کے اس مطالبے کی تائید کرتا ہے کہ وفاقی حکومت سینیئر صحافی مطیع اللہ جان کی بحفاظت رہائی کے لیے فوری اقدامات کرے۔ انہیں آج اسلام آباد کے ایک کالج کے باہر، جہاں ان کی اہلیہ پڑھاتی ہیں، سے اغواء کر لیا گیا۔

ہمیں میڈیا کو کنٹرول کرنے، آزادانہ رائے کا گلا گھونٹنے اور سیاسی اختلاف رائے کو دبانے کی بڑھتی کوششوں پر سخت تشویش ہے۔ ایسے اقدامات کے باعث ایک مسلسل خوف کی فضاء قائم ہے۔ مطیع اللہ جان نے ان لوگوں کا بہادری سے ساتھ دیا ہے جو اپنے بنیادی انسانی حقوق کے حصول کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مذہبی یا سیاسی عقائد سے بالاتر ہو کر ہر فرد کو تحفظ فراہم کرے۔ مطیع اللہ جان کا اغواء بزدلانہ کارروائی اور فوری تلافی کی متقاضی ہے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 21 جولائی 2020]

پنجاب اسمبلی تعصب کو فروغ دینے سے گریز کرے: ایچ ار سی پی

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کو ان دنوں سامنے آنے والی ایسی پیشرفتوں پر شدید تشویش ہے، جن کا مقصد دانشورانہ سوچ، تحقیق اور اظہار کی آزادی کے لیے اور گھٹن پیدا کرنا ہے اِن میں سب سے پریشان کن پیش رفت پنجاب تحفظِ بنیادِ اسلام ایکٹ 2020 ہے، جس نے (دیگر مواد کے علاوہ) ایسی کتب کی اشاعت پر پابندی عائد کر دی ہے جو غیر اخلاقی، مذہبی لحاظ سے توہین آمیز، یا ریاست مخالف تصور کی جاتی ہیں۔

اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھیں کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 505(2) اور انسداد دہشت گردی ایکٹ کی دفعہ 8 لسانی اور فرقہ ورانہ اعتبار سے نفرت انگیز تقریر کو پہلے ہی جرم قرار دے چکی ہیں، تو پھر یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اِس نئی قانون سازی میں چھپی نیّت ' کتاب جلانے' والی پرانی روایت سے ملتی جلتی ہے۔ ڈائریکٹوریٹ جنرل تعلقات عامہ کو یہ اختیار دینا کہ وہ تمام شہریوں کے ایما پر فیصلہ کرے کہ کونسا 'مواد قابل اعتراض' ہے، نا قابل قبول امر ہے۔ یہ توقع رکھنے کی معقول وجہ بھی ہے کہ نئے ایکٹ کی دفعہ (و) مذہبی اقلیتوں اور فرقوں کے خلاف بھی استعمال ہوگی۔

ایچ آر سی پی کے لیے یہ امر بھی لمحہ فکریہ ہے کہ پنجاب نصاب و درسی کتب بورڈ نے ایسی دس ہزار کتابوں پر، بورڈ کے بقول' تنقیدی نظر ثانی' شروع کر دی ہے جو صوبے بھر کے نجی سکولوں میں پڑھائی جا رہی ہیں اور بورڈ پہلے سے ہی 100 کتابوں پر غیر معقول وجوہ کی بنیاد پر پابندی عائد کر چکا ہے۔

بورڈ کے مینجنگ ڈائریکٹر نے پریس کانفرنس میں جو وجوہ بیان کی ہیں اُن میں سے ایک بھی مواد پر پابندی عائد کرنے، ناشرین کو سزا دینے اور تنقیدی سوچ پر بندش لگانے کی معقول وجہ تصور نہیں کی جاسکتی۔

ایچ آر سی پی کو خدشہ ہے کہ یہ اقدامات نہ صرف اظہار کی آزادی بلکہ فکر، ضمیر اور مذہب کی آزادی پر بھی اور زیادہ سخت پابندیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوں گے۔ کمیشن کا حکومتِ پنجاب سے مطالبہ ہے کہ وہ اُس کے تحفظات پر توجہ دے اور یہ اقدامات واپس لے اس سے پہلے کہ یہ خود حکومت کے لیے بھی نقصان دہ اثرات کی شکل اختیار کر لیں۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 24 جولائی 2020]

کووڈ-19 سے نبٹنے کے لیے ہنگامی اختیارات کا استعمال اور بحران پر ردعمل: انسانی حقوق کو درپیش خطرات

سول سوسائٹی کے اداروں کے لیے رہنما دستاویز

1۔ تعارف

1.1 دنیا بھر کی حکومتیں کووڈ 19 وباء کے ردعمل میں ہنگامی بنیادوں پر قوانین اور پالیسیوں کا اطلاق کر رہی ہیں۔ حکومتوں کے یہ اقدامات تیزی سے بڑھ رہے ہیں اور خاص قانونی و سیاسی پس منظر کی وجہ سے انتہائی غیرمعمولی اثرات مرتب کر رہے ہیں۔

1.2 ان اقدامات کی رفتار اور فوری ضرورت اور کووڈ 19 پر ردعمل کی امتناعی نوعیت کی وجہ سے سول سوسائٹی کی تنظیموں کے منظم ہونے، اور اس صورتحال پر اپنے ردعمل کا مظاہرہ کرنے کی استعداد شدید متاثر ہو رہی ہے: ان اقدامات کی مناسب جانچ پڑتال اور نگرانی کو یقینی بنانے کی، اور یہ جاننے کی استعداد بھی کہ ان اقدامات نے انتہائی پسماندہ اور درماندہ طبقوں، نیز سی ایس اوز پر کس قسم کے اثرات مرتب کیے ہیں اور ان اثرات کو کم کیسے کیا جاسکتا ہے۔

1.3 دنیا بھر میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ عورتیں، بچے، اقلیتی گروہ، تارکین وطن مزدور، زیرحراست افراد، مہاجرین، اور سماجی و معاشی لحاظ سے پسماندہ طبقے (خاص طور پر بے گھر لوگ) ان اقدامات سے دیگر لوگوں کی نسبت زیادہ متاثر ہو رہے ہیں، اور بعض واقعات میں تو انہیں خاص طور پر نشانہ بنایا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ، شہری و جمہوری فضا گھٹتی رہی ہے کیونکہ سماجی فاصلے، ملک گیر لاک ڈاؤن اور اظہار کی آزادی پر پابندیوں نے سول سوسائٹی کی تنظیموں کے کام کی استعداد کو محدود کر دیا ہے، اور بعض واقعات میں، سیاسی مخالفت کو محدود یا مکمل طور پر ختم کر دیا ہے۔

1.4 کووڈ 19 پر حکومتوں کے حالیہ ردعمل کا ہم نے اور ہماری ساتھی تنظیموں نے جو تجزیہ کیا ہے، نیز انسداد دہشت گردی سے متعلقہ قانون و پالیسی کے تناظر میں ہنگامی و غیرمعمولی اختیارات پر رائٹس اینڈ انٹرنیشنل سیکیورٹی کے مشاہدے اور ردعمل کے 40 سالہ تجربے، نے اس رہنما دستاویز کے مندرجات کو بنیاد فراہم کرنے کا کام کیا ہے۔

1.5 یہ رہنما دستاویز، جو ہم نے اپنے سول سوسائٹی کے ساتھیوں کے لیے مرتب کی ہے، کا مقصد سول سوسائٹی کی تنظیموں کو مختصر راستہ فراہم کرنا ہے جس پر چل کر وہ:

☆ وہ ان ہنگامی اقدامات کی اقسام کی جانچ پرکھ کر سکیں گے جو اٹھائے جا رہے ہیں یا اٹھائے جاسکتے ہیں؛

☆ اقدامات کی منظوری سے قبل اور بعد میں، ان کی چھان بین کر سکتے ہیں؛

☆ دیگر لوگوں کی نسبت زیادہ متاثر ہونے والے طبقوں کی نشاندہی، امداد اور حمایت کے لیے کیے جانے والے اقدامات سمیت دیگر اقدامات کی نوعیت کا جائزہ لے سکیں اور ان پر اپنا ردعمل دے سکیں گے

1.6 رہنما دستاویز کے ہر حصے میں سوالات اور پھر اس کے بعد وضاحتوں کا ایک سلسلہ دیا گیا ہے۔ ان کا مقصد انسانی حقوق کے ایسے مختلف معاملات کی فوری نشاندہی کرنا ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے بھی ہیں اور حالیہ ہنگامی اقدامات سے متاثر ہو رہے ہیں۔ ان میں دیگر کے علاوہ شہری و سیاسی حقوق (آزادی، اظہار کی آزادی، اجتماع، انجمن سازی اور خلوت کی آزادی)، معاشی و سماجی حقوق (صحت کے حق تک غیرامتیازی رسائی) اور محنت کشوں کے حقوق شامل ہیں۔

1.7 رہنما دستاویز کے اختتام پر، ہم نے مختلف ممالک اور خطوں میں سرگرم عمل سول سوسائٹی کی تنظیموں کے لیے بعض ایڈووکیسی اہداف تجویز کیے ہیں، اور تنظیموں و افراد سے درخواست کی ہے کہ وہ اپنے ممالک/خطوں میں اٹھائے جانے والے اقدامات اور ان کے اثرات سے ہمیں آگاہ رکھیں۔ اس سے ہمیں مختلف ممالک کے موضوعات اور رجحانات کو جاننے میں مدد ملے گی۔

1.8 جونہی ہمارے سامنے ایک مکمل تصویر آجاتی ہے، ہم اپنے سول سوسائٹی کے ساتھیوں، اور متعلقہ حکومتوں اور عالمی عناصر کو موضوعات اور رجحانات پر اپنے نتائج، نیز سفارشات سے آگاہ کریں گے۔ اگرچہ سیکیورٹی کے اصولوں پر مبنی ان اقدامات پر نظر رکھنے کے لیے، ہمارے لیے جو چیز آئینے کا کام کر رہی ہے وہ صحت عامہ کا حالیہ بحران ہے، مگر اس مفصل جائزے کی اہمیت اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے کیونکہ کووڈ 19 پر سامنے آنے والے ردعمل سے لگتا ہے کہ حکومتیں مختلف نوعیت کے بحرانوں/ہنگامی حالات/خطرات سے سیکیورٹی کے اصولوں پر مبنی اقدامات سے نبٹ رہی ہیں اور وہ یہ سلسلہ مستقبل میں بھی جاری رکھنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔[1]

1.9 اس رہنما دستاویز کو سات حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے

1۔ تعارف

2 سیاق وسباق: ہنگامی اختیارات اور قومی سلامتی سے متعلقہ خطرات

3 پرخطر پہلو

4 ہنگامی ردعمل سے جنم لینے والے خطرات

5 انسانی حقوق کو درپیش بنیادی خطرات

6 اقدامات کا امتیازی اطلاق یا اثر

7 سیاق وسباق کے حامل اقدامات کی اہمیت

2۔ سیاق وسباق: ہنگامی اختیارات اور قومی سلامتی سے متعلق خطرات

2.1 ہنگامی حالات اکثر ناقابل دکھائی اور ناقابل توقع ہوتے ہیں جن پر قابو پانے کے لیے فوری کارروائی کی ضرورت ہوتی ہے۔[2] "ہنگامی اختیارات" کا تصور ملکی قانونی نظام اور عالمی قانون کا حصہ ہے۔ یہ تصور اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ ایسے قوانین بنائے جاسکتے ہیں جو ہنگامی حالات کے دوران بعض حقوق و آزادیوں کو محدود کرتے ہیں تاکہ حکومت ہنگامی حالت پر فوری ردعمل ظاہر کر سکے۔

2.2 درحقیقت، ہنگامی اختیارات اپنی نوعیت میں وضاحتی بھی ہوتے ہیں اور اطلاقی بھی: یہ ایسی حالت (ہنگامی حالت) کی وضاحت کرتے ہیں جس کی موجودگی میں ہی بعض اختیارات استعمال کیے جاسکتے ہیں؛ اور اس کے ساتھ توقع شدہ ردعمل کی نوعیت کا تعین بھی کرتے ہیں، یعنی کہ ایسے خاص اختیارات کی طرف رجوع جس کے نتیجے میں بعض انسانی حقوق پر قدغنیں لگ سکتی ہیں۔

2.3 قانونی نقطہ نظر سے، "ہنگامی اختیارات" کے تصور کے دو پہلو ہیں: اول، طریق کار اور دوئم، ان کے اجزائے ترکیبی یا مواد: جہاں تک طریق کار کا تعلق ہے، ہنگامی اختیارات اور ہنگامی قوانین، ایک آئینی

یا ملکی قانونی نظام کے اندر رہتے ہوئے ہنگامی حالت کے اطلاق کے لیے یا حکومت کو ہنگامی اختیارات کی دفعات کے استعمال کی اجازت دینے کے لیے ایک خاص طریق کار کا سہارا لیتے ہیں۔[3] اکثراوقات، وہ طریق کار محدود جمہوری نگرانی، مضوط انتظامی اختیار اور قوانین کی منظوری میں جلد بازی پر مشتمل ہوتا ہے۔ جہاں تک ان کے اجزائے ترکیبی یا مواد کا تعلق ہے، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، ہنگامی قوانین کی بنیاد اس مفروضے پر مبنی ہے کہ انسانی حقوق اور آزادیاں حکومتی ردعمل کے اثر اور رفتار کی راہ میں حائل ہوتی ہیں، اور یہ کہ "عام" قوانین اس حد تک مؤثر نہیں ہوتے کہ وہ ہنگامی حالات کی پیدا کردہ غیر معمولی صورتحال کے دوران مخصوص اہداف حاصل کر سکیں۔ ہنگامی قوانین کی روح حکومت کے بعض دعووں کی درجہ بندی پر مبنی ہوتی ہے: کہ اس کے ردعمل کی رفتار، اور اس ردعمل کی معاونت کے لیے درکار وسائل کو باقی تمام معاملات پر ترجیح ملنی چاہیے۔[4] لہٰذا، ہنگامی اختیارات کے استعمال کے نتیجے میں انسانی حقوق کی پامالیوں کا دائرہ سنگین ترین حد تک بڑھ جاتا ہے: ان اختیارات کے استعمال کے لیے بروئے کار لائے جانے والے طریق کار کے حوالے سے، اور ان کی اصل اساس کے حوالے سے بھی۔

2.4 جہاں تک ملکی نظام کا تعلق ہے، ہنگامی حالت کے اطلاق کے کئی طرائق کار ہیں۔ ان میں آئینی، انتظامی اور قانون سازی کے طریقے شامل ہیں جن کا مقصد ملک کے قانونی تناظر کو مدنظر رکھتے ہوئے ہنگامی اختیارات کو "حرکت" میں لانا ہوتا ہے۔[5] ہنگامی حالت کے نفاذ کے طریق کار کی نشاندہی کرنا، اس کے لیے درکار لازمی شرائط کو دیکھنا، اور اس طریق کار کی پاسداری کو یقینی بنانا ہنگامی اختیارات کی نگرانی اور ان کے پیدا کردہ خطرات پر نظر رکھنے کے لیے ناگزیر ہے۔

2.5 اسی طرح، انسانی حقوق کے عالمی نظام بھی بڑے واضح انداز میں تسلیم کرتے ہیں کہ بحران یا قومی ہنگامی حالت کے اوقات انسانی حقوق کے ان تمام یا بعض وعدوں سے انحراف کا تقاضا کرتے ہیں جو فریق ریاستوں نے کیے ہوتے ہیں۔[6] اس کے علاوہ، (انسانی حقوق کا عالمی منشور بھی) فریق ریاستوں کو حد بندی کے ذریعے بعض انسانی حقوق کو جزوی یا محدود پابندیوں کی اجازت دیتے ہیں۔[7]

اگرچہ متعدد معاہدات کے انحراف اور حد بندی کے معاملات کی توضیح اور ان کے اطلاق میں کچھ حد تک اختلاف پایا جاتا ہے، مگر اب تک کے مروجہ رواجی اصولوں کی رو سے ہنگامی حالات میں انسانی حقوق سے انحراف (اور حد بندی) کی:

☆ کی اجازت صرف اس حد تک ہونی چاہیے جس حد تک انحراف کو جائز قرار دینے کے لیے درکار لازمی شرائط پوری ہوں؛[8]

☆ انحراف اور حد بندی کی اجازت صرف اس صورت میں ہو اگر وہ موجودہ صورتحال کے پیش نظر انتہائی ضروری ہو۔

☆ جائزیت، ضرورت اور موزونیت کے رواجی اصولوں کے تابع ہو

2.6 **ہنگامی حالات اور قوانین کے متعلق خدشات کیوں پائے جاتے ہیں؟** اپنی ساخت اور مقصد کے اعتبار سے، ہنگامی اختیارات اور قوانین انسانی حقوق کی مروجہ (اور بڑی جدوجہد سے ملنے والی) حفاظتوں کے مخالف ہیں۔ اگرچہ سر پہ مسلط بحران کے تناظر میں ان بعض قدغنوں کو باجواز قرار دیا جا سکتا ہے،[9] مگر دہشت گردی اور مسلح کشیدگی پر ہمارے ردعمل کا تجربہ ظاہر کرتا ہے کہ ہنگامی اختیارات اور قوانین اپنے ساتھ سنگین خطرات بھی لاتے ہیں: انتظامی اداروں کو غیر معمولی اختیارات سے نوازا جاتا ہے جو انسانی حقوق پر پابندیوں کے حامی ہوتے ہیں؛ اور یہ اختیارات تواتر کے ساتھ انتظامیہ میں مرتکز کیے جاتے ہیں، اکثر، شروع میں محدود جمہوری نگرانی، اور بعد میں ان کے اطلاق پر محدود نظر ثانی کے ساتھ۔

2.7 اس منطق (کہ عام اختیارات بحران جیسے حالات سے نبٹنے کے لیے ناکافی ہوتے ہیں؛ اور انسانی حقوق پالیسی کے مؤثر نفاذ کی راہ میں رکاوٹ کا کام کرتے ہیں) کے مسلسل تنقیدی جائزے کی ضرورت ہے۔ یہ رہنما دستاویز ہمارے سول سوسائٹی کے ساتھی اداروں کو اس منطق کو چیلنج کرنے کے قابل بناتی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ، ہنگامی بندوبست کے تحت استعمال ہونے والے قوانین کی دفعات اور ان کے اطلاق پر نظر ثانی اور نگرانی کی بھی ضرورت ہے۔ ہنگامی اختیارات انتظامیہ کو بہت زیادہ اختیار تفویض کرتے ہیں جس سے دیگر اداروں کے معاملات میں مداخلت اور انسانی حقوق کی زیادتیوں کے خطرات بڑھ جاتے ہیں۔ حکومتیں وہ اختیارات اس وقت بھی اپنے پاس رکھتی ہیں جب فوری ہنگامی حالت ختم ہو جائے، یا وہ انہیں "عام" "قانونی نظاموں" میں ضم کر دیتی ہیں۔ اس پر گہری نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ آخر میں، جس طریقہ کار سے ہنگامی اختیارات کا اطلاق ہوتا ہے، اس سے انتہائی پسماندہ یا غیر محفوظ طبقوں کے لیے شدید مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جس عمل کو آپ بنیادی آزادیوں پر غیر جانبدار، عالمگیر پابندیوں کے طور پر جائز قرار دیتے ہیں، وہی عمل تکالیف کی مخصوص اور منفرد شکل وصورت اختیار کر سکتا ہے۔ ہنگامی حالت میں انسانی حقوق پر پابندیوں کے بہانے حاصل کردہ اختیارات کا رخ سیاسی اہداف کے حصول یا سیاسی مخالفین کی طرف بھی ہو سکتا ہے جس پر گہری نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

2.8 ان حالات میں سول سوسائٹی کے اداروں کو کیا کردار ادا کرنا ہوتا ہے؟

☆ ہمارے ساتھیوں کو ہنگامی اختیارات کے استعمال اور ممکنہ غلط استعمال سے نمٹنے کے لیے کلیدی اور اہم کردار ادا کرنا ہے۔ انہیں ذیل میں بیان کیے گئے اقدامات سمیت دیگر ضروری اقدامات کرنے ہوں گے:

☆ ہنگامی قوانین کے عوام پر پڑنے والے اثرات کو اجاگر کریں اور انہیں لوگوں کے سامنے وضاحت سے بیان کریں، خاص طور پر اگر جلد بازی کا مظاہرہ کر کے محدود تشہیر یا معمولی سی جمہوری بحث کے ساتھ قانون سازی ہوئی ہے یا کوئی اقدامات اٹھائے گئے ہیں؛

☆ انسانی حقوق کے میدان میں اپنے تجربے کو بروئے کار لاتے ہوئے، واضح کریں کہ یہ اقدامات قانون کی حکمرانی کی اہم اقدار اور انسانی حقوق کی حفاظتوں کی پامالی کیوں کرتے ہیں، اور ان پامالیوں پر آواز اٹھانا ضروری کیوں ہے؛

☆ انسانی حقوق کے ان اہم معاملات کا جائزہ لیں اور اپنا ردعمل ظاہر کریں جن کا ان اقدامات کے حوالے سے جائزہ لینا ضروری ہے۔ قواعد کی ضرورت، ان اقدامات کی جائز حیثیت اور موزونیت جیسے معاملات پر نظر رکھیں تاکہ ڈر اور خوف کی کیفیت میں اٹھائے گئے انتہائی غیر معمولی اقدامات کو عام حالات میں بھی رائج کرنے کی کسی بھی کوشش کا مقابلہ کیا جا سکے؛

☆ اقدامات کی نگرانی کریں یہ یقینی بنانے کے لیے کہ مناسب وقت پر اور جب ان کی ضرورت باقی نہ رہے، انہیں ختم کر دیا جائے؛ اور

☆ متاثرہ کمیونٹیوں اور انتہائی پسماندہ وغیر محفوظ طبقوں کے ساتھ مل کر کام کریں تاکہ ان کے تجربات کا

قلمبند کیا جاسکے اور ان کے ایماء پر ان کے حقوق کے لیے آواز اٹھائی جا سکے، اور اس طرح ان اقدامات کے غلط اور امتیازی اطلاق کو ختم کیا جاسکے۔

3۔ پرُخطر پہلو

3.1 اس رہنما دستاویز کو اس طرح مرتب کرنے کے لیے کہ یہ ہمارے ساتھیوں کے لیے زیادہ سے زیادہ مفید ثابت ہو، ہم نے خطرات والے نکات کو تین بنیادی شعبوں میں تقسیم کیا ہے:

3.1.1 ہنگامی اقدامات کے اطلاق کے لیے استعمال ہونے والے طریق کار سے جنم لینے والے خطرات؛

3.1.2 ہنگامی اقدامات کے اپنے اجزائے ترکیبی سے پیدا ہونے والے خطرات

3.1.3 مخصوص غیر محفوظ برادریوں پر قوانین کے امتیازی اطلاق یا اثرات سے جنم لینے والے خطرات

4۔ ہنگامی اقدامات کے اطلاق کے لیے استعمال ہونے والے طریق کار سے جنم لینے والے خطرات

غیر حیران کن طور پر، ہنگامی اختیارات کے اطلاق میں عجلت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ قوانین کی منظوری یا نئے اختیارات کو متعارف کروانے کے لیے عام باضابطہ طریق کار سے روگردانی کی جاتی ہے یا پھر اسے ایک طرف رکھ دیا جاتا ہے۔ جمہوری بحث کی جگہ کم یا بالکل ختم کر دی جاتی ہے۔ اگرچہ مخصوص قوانین کے مواد پر بحث اگلے حصوں میں کی جائے گی، مگر یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ طریق کار جس کے ذریعے کوئی قانون منظور ہوتا ہے، قانون کے مواد کے حوالے سے ایک اہم حفاظتی تدبیر ہوتی ہے۔ طریق کار کی بدولت یہ یقینی بنایا جاسکتا ہے کہ قانون اپنے مقاصد کے حصول کے لیے معقول، ضروری، جائز اور مؤثر ہو۔

متعین طریق کار سے جڑی حفاظتوں کو ہنگامی حالات کے دوران شدید نقصان پہنچتا ہے۔ اس کی ایک وجہ ڈر اور خوف اور دوسری وجہ ضرورت ہوتی ہے۔ سول سوسائٹی کے اداروں کو چاہیے کہ وہ، جمہوری نگرانی کے فقدان کے باوجود، اس فرق کی نشاندہی کے لیے اور قوانین سے منسلک مسائل کو سامنے لانے اور ان مسائل سے تحفظ کے لیے اہم کردار ادا کریں۔

4.1 مخصوص ہنگامی طرائق کار کے بارے میں تجویز شدہ سوالات

☆ ریاست نے کس قانونی بنیاد (آئینی، قانونی، انتظامی صوابدیدی اختیار) پر ہنگامی حالت کا اعلان کیا ہے؟

☆ کیا ہنگامی حالت کے نفاذ کے لیے متعین قانونی طریق کار استعمال کیا گیا ہے؟ کیا اس طریق کار کو عوام کے سامنے لایا گیا ہے؟ اگر نہیں تو پھر کیوں نہیں؟

☆ کیا ہنگامی حالت کے نفاذ کے لیے کوئی طے شدہ طریق کار موجود ہے؟ کیا اسے بروئے کار لایا گیا ہے؟ یا نئی صورتحال کو ہنگامی حالت کا نام دیا گیا ہے مگر استعمال عام قوانین ہی کیے جا رہے ہیں؟ اگر موجودہ ہنگامی طرائق کار (خاص طور پر آئینی) کی بجائے عام قوانین استعمال کیے جا رہے ہیں تو پھر اس طرح کیوں کیا جا رہا ہے؟ کیا حکومتوں نے اس عمل کا کوئی جواز فراہم کیا ہے؟

☆ اگر عام اقدامات استعمال کیے جا رہے ہیں تو پھر ان کی پیدا کردہ پابندیاں قانونی ہیں؟[10]

☆ اگر ہنگامی حالت کا اعلان کیا گیا ہے تو کیا حکومت نے اس میں انسانی حقوق کی عالمی ذمہ داریوں سے انحراف کا ذکر کیا ہے؟ اگر نہیں تو پھر کیوں نہیں کیا؟

☆ کیا نافذ شدہ قانون کی نگرانی کا کوئی پائیدار نظام ہے۔ خواہ غیر معمولی طریقہ کے ذریعے یا عام قانون سازی کے طریقہ کار کے ذریعے۔

☆ کیا اس قانون کے لیے مدت کا تعین کیا گیا ہے؟ کیا کوئی سن سیٹ دفعہ (sunset provision) (یعنی کہ کوئی مجوزہ قانون یا اس کی کوئی دفعہ مخصوص مدت کے لیے ہے ماسوائے اس کے کہ مدت پوری ہونے پر اسے دوبارہ منظور کیا جائے) ہے؟ کیا طے شدہ مدت کے دوران کسی وقت اس قانون پر عارضی نظر ثانی یا اس کی نگرانی کی کوئی دفعہ موجود ہے؟ کیا ایسی کوئی دفعہ موجود ہے کہ ہنگامی حالت کے خاتمے پر قانون کو ختم کر دیا جائے گا؟

☆ اختیارات کا استعمال کیسے ہو رہا ہے: کس کے خلاف ہو رہا ہے؟ کس مقصد کے لیے ہو رہا ہے؟ کن رہنما اصولوں کے تحت ہو رہا ہے؟ اختیارات کے حقیقی استعمال کی نگرانی کیا ہو رہی ہے اور کن وجوہ پر ان کے استعمال کو جائز قرار دیا جا رہا ہے؟

4.2 ہنگامی طرائق کار کی نگرانی کے حوالے سے وضاحت

☆ ہنگامی اختیارات کا راستہ اپناتے وقت ایک بڑا مسئلہ اس وقت سامنے آتا ہے جب ریاست کے پاس ہنگامی حالت کے اطلاق کے لیے آئینی و قانونی دفعات موجود ہوتی ہیں، عام طور پر اس معاملے سے نپٹنے کے لیے قواعد و ضوابط کی سخت شرائط موجود ہوتی ہیں، مگر ان پر عملدرآمد نہیں کیا جاتا۔ اس کے بجائے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ "فی الواقعہ" ہنگامی حالت کا رجحان بڑھ رہے ہیں۔ ایسے حالات میں بھی جہاں ہنگامی حالت کا پس منظر واضح ہوتا ہے (اور اس کے اطلاق کے لیے بڑی لفاظی سے کام لیا جاتا ہے) مگر ہنگامی حالت کے ردعمل میں امتناعی نوعیت کے ایسے اقدامات اٹھائے جاتے ہیں۔ ایسے اقدامات جو کہ درحقیقت عام قانون سازی کے زمرے میں آتے ہیں۔[11]

☆ ایسی متعدد ریاستیں ہیں جنہوں نے ہنگامی حالات کا اعلان کیا مگر ان اعلانات میں انسانی حقوق کے عالمی معاہدات کے تحت عائد خود پر عائد عالمی فرائض سے انحراف کا ذکر نہیں کیا۔[12] انحراف کے ذکر میں ناکامی کے حقیق/قانونی جواز سے قطع نظر، انحراف کے طرائق کار میں بڑی وضاحت کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ فریق ریاستوں کو انحراف کا جواز، وضاحت، اس کی ضرورت بیان کرنی ہوگی اور انہیں بتانا ہوگا کہ انحراف کن اقدامات کے حوالے سے ہے اور کتنی مدت کے لیے ہے۔ یہ طریق کار ایک مؤثر حفاظتی نظام فراہم کرتا ہے اور ریاست کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ کسی بھی ہنگامی بندوبست کی ضرورت و جائز حیثیت کے روایتی اصولوں پر عمل پیرا رہے۔ اس طریق کار کی علمبرداری و پاسداری انتہائی ضروری ہے۔ یہ ایک کلیدی طریق کار ہے جس کے ذریعے سول سوسائٹی کے ادارے مؤثر نگرانی کو یقینی بنا سکتے ہیں اور اٹھائے گئے اقدامات کی ضرورت کو یقینی بنا سکتے ہیں۔[13]

☆ اکثر اوقات، ملکی ہنگامی طرائق کار، یا یہاں تک کہ بحران کے اوقات میں قانونی ردعمل کی محض فوری منظوری جیسے معاملات میں جمہوری نگرانی یا عام طرائق کار کی مداخلت کا شدید فقدان ہوتا ہے۔ عام طور پر ہوتا ایسے ہے کہ پارلیمانی یا عوامی بحث کے لیے بہت کم وقت ہوتا ہے، یا اقدامات پر مختلف قسم کی آراء کا سروے کرنا، یا ان کے مؤثر پن کو جانچنا یا چیلنج کرنا مشکل ہوتا ہے۔ لہٰذا، یہ یقینی بنانا ضروری ہے کہ بنیادی فریقین، "ہنگامی ردعمل" کے سبب پیدا ہونے والے باضابطہ عمل کے فقدان کے باوجود، نگرانی کے عمل میں شریک رہیں۔ یہ کام ہنگامی ردعمل کو جمہوری جواز فراہم کرنے اور اسے مؤثر بنانے کے لیے ضروری ہے۔ اس قسم کی نگرانی اقدامات پر نظر ثانی اور جتنی جلدی ضرورت پڑے، بعد از صورتحال نظر ثانی کا تقاضا کر سکتی ہے۔

☆ ہنگامی حالات کو طول دینے، اور ہنگامی حالت کی دفعات کو مقررہ مدت کے بعد بھی جاری رکھنے کے

پریشان کن رجحان کے پیشِ نظر، اس اصول کا احترام کرنا اور اس کی پاسداری کرنا ضروری ہے کہ یہ دفعات اپنی نوعیت کے اعتبار سے غیر معمولی حیثیت کی حامل ہوں اور محدود مدت کے لیے ہوں۔ ہنگامی قوانین میں، طے شدہ طرائق کار کے ذریعے یہ ضمانت دی جائے کہ ان اقدامات کو ختم کر دیا جائے گا۔ ایسی ضمانت سن سیٹ دفعات (provisionssunset) یا پارلیمانی یا قانونی نظرثانی کے ذریعے دی جاسکتی ہے۔ اس طریقہ کار کے ذریعے ہم ان اختیارات کو متعلقہ ملک کے قانون کی حکمرانی کے ڈھانچے کا باقاعدہ حصہ نہ بننے سے روک سکتے ہیں یا ان دفعات کو جاری رکھنے کے جواز کا دقیق جائزہ لے سکتے ہیں۔[14]

☆ بے جا مداخلت کرنے والے اختیارات کے حجم اور دائرے سے جنم لینے والے خطرات کی طرح، یہ ڈر بھی ہوتا ہے کہ ہنگامی اختیارات اصل مقصد سے جڑے مقاصد کے استعمال کے نام پر غلط استعمال ہو سکتے ہیں۔ یہ خدشہ طریق کار سے متعلق ہے، مگر اقدامات کے اجزائے ترکیبی کے مسائل بھی اس سے ساتھ منسلک ہیں۔ خاص طور، جہاں اختیارات ان مقاصد کے لیے حصول کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں جو کہ صحت عامہ کے بحران سے تعلق نہیں رکھتے، جن کے لیے اصل میں ان اختیارات کو جنم دیا گیا تھا۔ اکثر، وہ مقاصد غیر قانونی ہو سکتے ہیں، ان کا مطمع نظر محض سیاسی ہدف ہوتا ہے۔ اختیارات کے استعمال کی نگرانی اور باضابطگی اس امر کو یقینی بنا سکتی ہے کہ اختیارات اس مقصد تک محدود رہیں جس کے لیے وہ مانگے گئے تھے، اور انہیں جواز فراہم کیا گیا تھا، اور انہیں ناقابل دکھائی معاملات تک توسیع نہ دی جائے۔

☆ مسلسل نگرانی کے ذریعے، سول سوسائٹی کے ادارے اقدامات پر ضروری نظرثانی کے عمل انتہائی شفاف اور فعال رکھ سکتے ہیں۔ اگرچہ ڈر اور خوف کی فضا حکومت کے لیے کسی بھی بحران پر مضبوط ردعمل دیتی دکھائی دینے کا موقع فراہم کرتی ہے، مگر سول سوسائٹی کے ادارے ان دفعات کو جائز قرار دینے کے لیے درکار جواز، معلومات، کوائف اور شواہد سامنے لانے کا مطالبہ کرتے ہوئے، ساری صورتحال کا مفصل تجزیہ فراہم کرنے کا فریضہ انجام دے سکتی ہیں۔

5۔ انسانی حقوق کو درپیش بنیادی خطرات

ہم نے دیکھا ہے کہ کووِڈ19 پر ردعمل اب تک فوری اور بعض اوقات سخت رہا ہے۔ ایسا کسی حد تک ضرورت کے تحت کیا گیا ہے۔ ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ کووِڈ19 اور مہارت انسانی زندگیوں، سماجی اجتماعات پر سخت پابندیوں اور اس مقصد کے حصول کے لیے عمل درآمد سے متعلق مماثل اختیارات کا تقاضہ کرتے ہیں۔ تاہم، خطرات اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب عوام ان اقدامات کو تو ضروری سمجھیں، لیکن ان اختیارات کی نوعیت ایسی ہو کہ ان کی وجہ سے ان اختیارات یا ان جیسے دیگر اختیارات، جن کا حد سے زیادہ استعمال کیا جائے، کے ناجائز استعمال کا خطرہ بڑھ جائے، یا جو ہنگامی صورتحال کے عرصہ گزر جانے کے بعد بھی نافذ العمل رہیں یا جنہیں کسی اور تناظر میں استعمال کیا جائے۔ چند اہم معاملات جن پر غور کرنے کی ضرورت ہے درج ذیل ہیں۔

5.1۔ آزادیوں کو محدود کرنے والے انتہائی اقدامات کا باریک بینی سے جائزہ لیا جانا چاہئے، تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ ان کا اطلاق صرف اس وقت تک کیا جائے جب تک ضروری ہو، اور یہ اختیارات ضرورت کے مطابق تفویض کیا جائیں۔ پابندی کی نوعیت کے لحاظ سے اہم سوالات نیچے بیان کیے گئے ہیں:

جبری حراست کا اختیار؛

☆ یہ اختیار کس کے پاس ہے؟ اس اختیار کی بنیاد کیا ہے؟ اس اختیار کا استعمال کیسے اور کن شواہد کی بنیاد پر کیا جاسکتا ہے؟ کیا اسے چیلنج کیا جاسکتا ہے، اور کب؟

☆ ایسا اختیار ان اقوام میں کیسے کام کرتا ہے جہاں وسیع پیمانے پر کمیونٹی کی ٹیسٹنگ نہ کی گئی ہو؟ ایسے لوگ جن میں علامات نہیں ہیں؟ وہ جو صحت کے پیشہ ور ماہر نہیں ہیں؟

☆ اگر جبری حراست پر عمل کیا جاتا ہے تو زیر کفالت اور گھر کے دیگر افراد کا خیال کیسے رکھا جائے؟ ان بچوں والے افراد کا کیا جنہیں جبری حراست میں لیا جائے؟

نقل و حرکت کی آزادی محدود کرنے کا اختیار؛

☆ ملک گیر لاک ڈاؤن سے متعلق اقدامات کی صورت میں، ان اقدامات کے نفاذ کا اختیار کس کے پاس ہے؟

☆ اس نفاذ پر عمل درآمد کے لیے اس اختیار کا درجہ کیا ہے؟ اس اختیار کی حدود اور اس پر پابندیاں کون سی ہیں؟

اظہار رائے کی ازادی کو محدود کرنے کا اختیار؛

☆ جب اجتماعات پر پابندیاں ہوں تو کیا ان کا اطلاق ایک منصفانہ اور غیر امتیازی طریقہ کار کے تحت کیا گیا ہے؟ کیا ان پابندیوں کا جائزہ وباء کے حوالے سے ریاستی ردعمل کے تسلسل کی روشنی میں لیا گیا ہے؟

☆ کیا یہ ضوابط غلط خبروں کے پھیلاؤ، غلط معلومات یا افواہوں کے پھیلاؤ کی ممانعت کرتے ہیں؟ اس کا نفاذ کیسے کیا جاتا ہے؟ وہ کون سے معیار ہیں جو اس بات کا تعین کرتے ہوں کہ معلومات اپنے معیار پر پورا اترتی ہے یا نہیں، اور کیا ان معیارات کو عام کیا جاتا ہے؟ کیا قوانین کے نفاذ کو عام کیا جاتا ہے؟

امتناعی اختیارات کا نفاذ؛

☆ ہنگامی اختیارات کے استعمال کے لیے کون سے قوانین استعمال کیے جاتے ہیں، کیا وہ فوجداری ہیں یا دیوانی؟ جرمانے کیا ہیں؟ کیا وہ مناسب ہیں؟ ان برادریوں کے حوالے سے جرمانوں کا اندازہ کیسے لگایا جاتا ہے جو سماجی و معاشی وجوہ کی بناء پر علیحدگی/سماجی فاصلہ برقرار رکھنے کے قابل نہ ہوں، اور نفاذ کیسے کیا جاتا ہے؟

☆ کیا یہ ایک سخت ذمہ داری ہوگی، یا پھر غلطی/فوجداری جرائم کے ذہنی عناصر کو ثابت کرنا لازم ہوگا، تاکہ مناسب دفاع کو یقینی بنایا جاسکے؟

☆ کیا سرکاری طور پر اس بات کا تعین کرنے کے ذرائع موجود ہیں کہ آیا کیے گئے اقدامات ضروری ہیں؟ حکومت ضرورت کے دعوے کو کیسے جائز ثابت کرسکتی ہے اور کیا یہ معلومات عام ہیں کہ ان کو چیلنج کیا جاسکے؟[15]

5.2۔ آزادیوں کو محدود کرنے والے اختیارات کی نگرانی سے متعلق وضاحت:

آزادیوں کو محدود کرنے والے ان اختیارات کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ ان کا ناجائز استعمال بہت آسان ہے، خاص طور پر اس وقت جب پولیس اور فوجی اہلکاروں کو ان کے نفاذ کا صوابدیدی اختیار دے دیا جائے اور جائزے کی وسعت اور استعداد بہت کم ہو۔ مذکورہ خدشات کا تعلق اس بات سے ہے کہ ان اختیارات کا استعمال کیسے، کن شواہد کی بناء پر کیا جارہا ہے، اور کیا اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ تفویض کیے گئے اختیارات اتنے مناسب اور محدود ہیں جتنے ضروری ہیں۔

مسلسل جائزے اور نگرانی کی ضرورت اس وقت اور بھی شدید تر ہوجاتی ہے جب امتناعی اقدامات جاری رکھے جائیں۔ تناسبیت نہ صرف اختیارات کے استعمال (کسی فرد کے خلاف) کی سطح پر وقوع پذیر ہوتی ہے بلکہ اس سطح پر بھی کہ آیا ہنگامی صورتحال کی روشنی میں اختیارات تفویض کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ یہ ضروری ہے کہ سول سوسائٹی میں ضرورت

کہ اس موجودہ دعوے کو چیلنج کرنے کی قابلیت ہو اور تنظیموں کو اس ایڈووکیسی کا حصہ ہونا چاہئے جو ان معلومات کے حصول کا باعث بنے (جیسے کہ ٹیسٹنگ کے مناسب مراحل کے ذریعے)۔

جیسا کہ عمل درآمد اور نفاذ کے حوالے سے واضح ہے، یہ ایک اہم شعبہ ہے جہاں خلاف ورزی وقوع پذیر ہوسکتی ہے۔صوابدیدی اختیار کے ناجائز استعمال کے حوالے سے دانستا طور پر اور ضوابط میں موجود ناجائز استعمال یا غیر متناسبیت کے حوالے سے۔[16] اختیارات استعمال کرنے والوں کا جائزہ اور ان اختیارات کے پس پردہ پالیسی مقاصد پر عمل درآمد اس بات کو یقینی بنانے کے لیے ایک اہم قدم ہے کہ ان اقدامات کا ناجائز استعمال نہ کیا جائے اور یہ کہ ان ضوابط پر عمل درآمد کرانے والوں کی مناسب تربیت کی جائے۔[17]

آخر میں، یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ ان ہنگامی انتظامات پر عمل درآمد کے حوالے سے نگرانی اور تجزیے کے کون سے پیمانے دستیاب ہیں۔ایسے حالات میں جب نظام انصاف کی معمول کی کارروائیاں صحت عامہ کے تحفظ کی خاطر روک دی جائیں، جوابدہی اور جائزے کے عمل میں شدید رکاوٹ پیدا ہوسکتی ہے۔حکومت کو جائزے کے متبادل ذرائع فراہم کرنے چاہئیں اور سول سوسائٹی اس کے لیے دباؤ ڈال سکتی ہیں۔

1.2۔ کوویڈ 19 سے متعلق تمام پیمانوں کا استعمال اور اطلاق کا احتیاط سے جائزہ لیا جائے تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ ان کا ناجائز استعمال (جسمانی ہراسانی کے لحاظ سے) نہ ہو یا انہیں سیاسی مخالفین کو نشانہ بنانے کے لیے استعمال نہ کیا جائے یا انہیں ضرورت کے نام پر کوویڈ 19 سے غیر متعلقہ پالیسیاں اپنانے کے لیے استعمال نہ کیا جائے:

☆ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ کوویڈ 19 سے متعلق سیاسی ردعمل سے پہلے اور درمیان روایتی سیاسی غلطیاں، جمہوری خطرات اور متعصّبانہ اقدامات ان حکومتوں کی جانب سے دیکھنے میں آسکتے ہیں جو اس جانب مائل ہوں۔سول سوسائٹی کا حکومتوں کی جانب سے ہونے والی نگرانی میں ایک بڑا کردار ہے تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جاسکے کہ ان پیمانوں کو سیاسی مخالفین، سیاسی طور پر محروم گروہوں کو نشانہ بنانے یا دیگر متعصّبانہ اور غیر متعلقہ اقدامات کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔ اس قسم کی خلاف ورزیوں کی پہلے ہی کئی مثالیں موجود ہیں اور یہ ایسے ناجائز استعمال کی نشاندہی کرتی ہیں جن کی توقع کی جاسکتی ہو یا جن کی نقالی کی جاسکتی ہو:

☆ **کوویڈ 19 سے متعلق پیمانوں کا بے جا یا سیاسی اختلاف رائے کو نشانہ بنانے کے لیے استعمال:**

☆ فلپائن میں کورنٹائن سے متعلق اقدامات کی خلاف ورزی پر غیر متناسب جرمانے اور کرفیو کی خلاف ورزی کرنے والوں کو جانوروں کے پنجروں میں رکھنا،[19] اور سنگاپور میں غیر ملکی محنت کشوں کو ملک بدر کرنا؛

☆ جنوبی افریقہ[20] اور کینیا[21] میں وائرس کی روک تھام کے لیے پولیس کا طاقت کا بے جا استعمال؛

☆ لبنان،[22] الجیریا،[23] انڈیا،[24] ہانگ کانگ[25] اور چلی[26] میں حکومت مخالفین مظاہرین کو منتشر کرنا اور بعض واقعات میں طاقت کے بے جا استعمال کے دعوے۔

☆ سیاسی مخالفین کو دبانے کے لیے اجتماعات اور اظہار رائے پر پابندیوں کا اطلاق:

☆ یوگینڈا[27] میں سیاسی آزادیوں کو دبانے کے لیے امن وامان کے انصرام کے قانون کا استعمال؛

☆ غلط معلومات کو روکنے کی آڑ میں وباء پر حکومتی ردعمل پر تنقید کرنے والے گروہوں کی آواز کو دبانے کے لیے 'جھوٹی خبروں کے خلاف' قوانین کا استعمال۔ نمایاں مثالوں میں تھائی لینڈ،[28] انڈونیشیا[29] اور مراکش[30] شامل ہیں؛

☆ اردن،[31] مصر[32] اور چین[33] میں سرکاری طور پر فراہم کی گئیں معلومات کو درپیش چیلنجوں کی روشنی میں پریس کی آزادی کی تنسیخ۔

☆ امتیازی یا جابرانہ پالیسیاں اپنا کر عوامی خدشات کو بڑھاوا دینا یا خبروں میں کوویڈ 19 کے غلبے کو چھپانا:

☆ امریکا کا کوویڈ 19 کی ضرورت کے تحت تارکین وطن کے حوالے سے ایک رجعت پسندانہ ایجنڈا اپنانا،[34] تولیدی حقوق میں تخفیف کرنا[35]، اور ماحولیات سے متعلق ضوابط کو معطل کرنا۔[36]

☆ ہنگری کی انتظامیہ کا عدلیہ کے اثر ورسوخ اور سول سوسائٹی کی حکومت کو جوابدہ بنانے کی قابلیت کو کم کرنا؛[37]

☆ اسرائیل[38] اور رومانیہ[19] میں سیاسی قائدین کا سابقہ غلط رویوں کی جوابدہی سے بچ جانا؛

☆ کولمبیا میں ریاست وباء کو جواز بنا کر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے تحفظ سے دستبردار ہوگئی۔[40]

6۔ اقدامات کا امتیازی اطلاق یا اثر

ہم ابھی سے یہ دیکھ سکتے ہیں کہ کوویڈ 19 خاص اور مکمل طور پر غریب اور محروم افراد کو متاثر کرتا ہے۔ ایسی کئی مثالیں موجود ہیں۔حکومتی اقدامات میں اس بات کا خیال رکھا جانا چاہئے کہ ایسے قوانین جو بظاہر غیر جانبدارانہ دکھائی دیتے ہیں امتیازی اثرات کا باعث بنتے ہیں۔اس بات کو بھی تسلیم کرنے کی ضرورت ہے کہ بعض ممالک میں کیے گئے اقدامات کے اثرات بالکل مختلف ہوں گے جس کی وجہ وہاں کے مختلف سماجی- معاشی اور سیاسی حالات ہیں۔حکومت کو اقدامات کرتے وقت اس بات سے بھی واقف ہونا چاہئے کہ کوویڈ 19 کے خلاف 'جنگ' میں فنڈز کی تخصیص سے متعلق فیصلے بذات خود محروم اور پسماندہ طبقات کے انسانی حقوق پر منفی اثرات مرتب ہوسکتے ہیں۔

یہاں بنیادی قانونی ذمہ داری یہ ہے کہ ہنگامی اقدامات کرتے وقت عدم امتیاز کے رواجی قانونی اصول کا احترام کیا جائے، تاکہ چاہے یہ متناسب اور ضروری ہی کیوں نہ ہوں یہ بالواسطہ طور پر مخصوص برادریوں کے خلاف امتیازی سلوک کا باعث نہ بنیں۔اس کا خطرہ خاص طور پر وہاں ہوتا ہے جب افراد یا برادریاں حقوق سے محرومی کا سامنا کرتے ہیں یا جہاں ان کی حیثیت جو انہیں معاشی طور پر حقوق سے محروم رکھتی ہے دیگر حقوق کے حصول میں باہم منحصر اثرات مرتب کرتی ہے۔ سول سوسائٹی ان برادریوں کے مخصوص خدشات کا جائزہ لے سکتی ہے اور یہی ان کی ایڈووکیسی کی بنیاد بن سکتی ہے۔

خاص طور پر غیر محفوظ برادریوں کو لاحق خطرات نیچے بیان کیے گئے ہیں:

6.1۔ بے گھر آبادیاں

☆ لاک ڈاؤن سے متعلق اقدامات غریب اور بے گھر افراد کے لیے شدید نقصان دہ ثابت ہوسکتے ہیں جن کا مرض میں مبتلا ہونا کا بھی خدشہ ہے:

☆ بے گھر آبادیوں کے انصرام کے روایتی ذرائع زیر دباؤ آسکتے ہیں، یا وہ کوویڈ 19 سے متعلق منظور شدہ اقدامات کے غیر مطابق ہوسکتے ہیں؛[41]

☆ جہاں باقاعدہ آمدن تک رسائی کی کمی نگہداشت صحت تک رسائی میں مزاحمت کرتی ہے (یا درحقیقت کسی کو رسائی کے مکمل طور پر ناقابل بناتی ہے)، تو ایسے افراد بے مثل طور پر اس مرض کا شکار ہوسکتے ہیں؛ [42]

☆ جہاں ان عوامل کے نتیجے میں بے گھر افراد کو قوت مدافعت پر اثر انداز ہونے والی دیگر خطراک بیماریوں (جیسے کہ ایچ آئی وی) کی زیادہ بلند شرح کا

سامنا ہو وہاں مخصوص خطرات جنم لیتے ہیں؛[43]

6.2۔ مستقل نقل مکانی کا درجہ نہ رکھنے والے افراد:

☆ کووِڈ 19 کا مقابلہ کرنے کے لیے کیے گئے اقدامات نقل مکانی کرنے والی آبادیوں کے لیے مزید مشکلات کا باعث بن سکتے ہیں اور ان کے غیر مناسب نتائج برآمد ہو سکتے ہیں:

☆ لاک ڈاؤن سے متعلق اقدامات تارکین وطن محنت کشوں کے بڑے پیمانے پر اخراج کا باعث بن سکتے ہیں جس سے تارکین وطن محنت کو اضافی دباؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے، نیز اس سے وباء کے پھیلاؤ کا خطرہ بھی بڑھ جاتا ہے؛[44]

☆ ایسے کئی تارکین وطن جنہیں برطانیہ کی قومی ہیلتھ سروس کے تحت بنیادی ملازمین کا درجہ نہیں دیا گیا محکمہ داخلہ کے 'معاندانہ ماحول' کے تحت ریاستی معاونت سے محروم رہتے ہیں؛[45]

☆ لبنان میں ٹیسٹنگ تک رسائی کو ضروری دستاویزات سے منسلک کرنے سے تارکین وطن محنت کش ٹیسٹنگ کے اخراجات برداشت کرنے کے قابل نہیں ہیں؛[46]

6.3۔ کووِڈ 19 سے متعلق اقدامات کے صنف پر مبنی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں:

☆ کووِڈ 19 کے ہنگامی تناظر میں کیے گئے جامع اقدامات کے باوجود، درحقیقت، بعض اقدامات کے خواتین پر غیر معمولی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں:

☆ خواتین کو سماجی نگہداشت اور نرسنگ کی ملازمت ملنے کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔ یہ ایسے شعبے ہیں جن میں عام طور پر کم اجرت دی جاتی ہے اور ان میں وباء سے متاثر ہونے کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے؛[47]

☆ لاک ڈاؤن اور قومی قرنطینہ کا خواتین پر نگہداشت کا اضافی بوجھ پڑ سکتا ہے، خاص طور پر نگہداشت کرنے والی خواتین اور شریک حیات کے بغیر خواتین پر۔[48]

☆ بہت سی خواتین اپنے متشدد شوہروں کے ساتھ گھر پر رہنے پر مجبور ہیں جس کی وجہ سے لاک ڈاؤن کے دوران گھریلو تشدد کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے[49] چونکہ خواتین کی پناہ گاہیں ایسے اقدامات اپناتی ہیں جو سماجی فاصلے سے متعلق اقدامات سے مطابقت رکھتے ہوں۔[50]

☆ سیکس ورکرز، جو عام طور پر خواتین ہوتی ہیں، کے استحصال کا زیادہ امکان ہوتا ہے کیونکہ انہیں زیادہ خطرناک حالات میں دھکیل دیا جاتا ہے[51] اور وہ دیگر صنعتوں جیسی نمائندگی نہیں رکھتیں کہ وہ صحت عامہ کی پالیسی پر اثر انداز ہو سکیں۔[52]

6.4۔ معذوری کا شکار برادریاں:

☆ کووِڈ 19 کے نتیجے میں لگائی گئی پابندیاں، بشمول نظام صحت میں وسائل کی تخصیص کا مطلب یہ ہے کہ محروم ترین طبقات کو کم معیار کی نگہداشت ملے جو ان کے تحفظ اور انہیں محفوظ رکھنے کے لیے ناکافی ہو:

☆ برطانیہ کے نئے ہنگامی اختیارات کی روشنی میں ذہنی اور جسمانی طور پر معذور افراد کے لیے دستیاب حفاظتی اقدامات اور خدمات بے سود ثابت ہو سکتی ہیں؛[53]

☆ یونان میں معذوری یا صحت کی پیچیدہ صورتحال کا شکار بہت سے مہاجرین سماجی فاصلے سے متعلق اقدامات پر عمل کرنے سے قاصر ہیں۔[54]

☆ برطانیہ[55] اور امریکا[56] میں حکومتی اقدامات کو اس بناء پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا کہ ان میں کورونا وائرس کے معذوری کا شکار افراد پر اثرات کا مناسب خیال نہیں رکھا گیا۔

6.5۔ مہاجرین اور سنگین انسانی بحران سے دوچار علاقوں میں رہنے والے افراد:

☆ حقوق کے باہم منحصر ہونے کا بلاواسطہ ترین اظہار اس تناظر میں ہوتا ہے، جہاں شدید مشکلات اور انسانی بحران (بشمول خوراک، پانی اور نگہداشت صحت کی کمی) کا سامنا کرنے والے افراد کا کووِڈ 19 کے تحت بے شمار مشکلات سے دوچار ہونے کا خطرہ شدید تر ہو جاتا ہے، جبکہ ان کی محرومی کی صورتحال انہیں انسدادی تدابیر اختیار کرنے کے ناقابل بناتی ہے:

☆ کورونا وائرس جنگ زدہ علاقوں میں رہنے والے افراد کو شدید خطرات سے دوچار کرتا ہے جہاں خوراک اور صحت کی صورتحال پہلے ہی بہت خراب ہے، جیسے کہ شام،[57] یمن[58] اور جنوبی سوڈان[59] میں۔

☆ بے دخل ہونے والی مہاجر آبادیاں، جو دنیا بھر میں موجود ہیں، روابط کی کمی کی وجہ سے صحت کے نظام ہائے کار نہ رکھنے کی بناء پر خاص طور پر خطرات سے دوچار ہوتی ہیں۔[60]

6.6۔ زیر حراست برادریاں:

☆ دنیا بھر میں قیدی اور زیر حراست افراد اپنی حراست کی بناء پر وباء سے متاثر ہونے اور نگہداشت صحت کے مناسب انتظامات کی کمی کے خطرے سے دوچار ہوتے ہیں:

☆ امریکا بھر میں آئی سی ای مراکز میں موجود تارکین وطن قیدی، نیز برطانیہ بھر میں موجود حراستی مراکز[61] انتظامی قید و بند کی وجہ سے وباء کے شدید تر خطرے سے دوچار ہیں؛[62]

☆ کورونا وائرس کے پھیلاؤ کے خوف کے باعث ایران،[63] برازیل،[64] وینزویلا[65] اور اٹلی[66] سمیت دیگر مقامات پر جیلوں میں فسادات برپا ہوئے۔

7۔ سیاق وسباق کے حامل اقدامات کی اہمیت

کسی ایک ملک میں وضع کی گئیں کووِڈ 19 پالیسیوں کا بنا سوچے سمجھے دیگر سیاق وسباق پر اطلاق نہیں کیا جاسکتا۔ ایسے ممالک جہاں معیشت کا ایک بڑا حصہ غیر رسمی محنت کشوں (جیسے کہ انڈیا[67] اور لاطینی امریکا[68] میں) پر مشتمل ہے انہیں لاک ڈاؤن کے یورپی فریم ورک کے تحت نہیں رکھا جاسکتا۔ اپنے گھر والوں سے دور، خلیجی ممالک میں موجود ہزاروں تارکین وطن محنت کش لاک ڈاؤن کی وجہ سے غلیظ اور پرہجوم حالات میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔[69]

ایسے غیر متناسب اور بنا سوچے سمجھے کیے گئے اقدامات سماجی عدم اتصال کا باعث بنتے ہیں اور یہ انسانی حقوق کی سنگین تر خلاف ورزیوں پر منتج ہو سکتے ہیں چونکہ ریاستیں مستقبل کی بے اطمینانی کے خاتمے کے لیے ظالمانہ اقدامات کی جانب مائل ہوتی ہیں۔ اسی طرح، حقوق کو محدود کرنے والی موجودہ پالیسیاں، جیسے کہ بنگلا دیش، انڈیا، ایتھوپیا اور میانمر میں انٹرنیٹ کی بندش۔[70] ضروری معلومات اور خدمات میں رکاوٹ پیدا کر کے کمیونٹی کی اثر پذیری کو روکنے کا کام کرتی ہیں۔ آگے بڑھتے ہوئے، ضرورت اس بات کی ہے کہ حساس اور مقامی طور پر سیاق پذیر پالیسیاں اپنائی جائیں جو شواہد پر مبنی ہوں اور ان میں پس منظر کو مدنظر رکھا جائے۔ یہاں سول سوسائٹی کی تنظیموں کا کردار کلیدی ثابت ہو سکتا ہے۔ سول سوسائٹی کی تنظیموں کو، جہاں ممکن ہو، مناسب پالیسیوں کی تشکیل کے عمل میں شامل کیا جائے۔ سول سوسائٹی کو ان افراد کی شناخت اور معاونت کرنی چاہیے جو اقدامات کے اثرات سے سب سے زیادہ غیر محفوظ ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ ان حالات میں سول سوسائٹی کے کردار کو محدود نہ کیا جائے جب وہ صورتحال کا مقابلہ کرنے میں ایک اہم فریق ثابت ہو سکتی ہو۔ علاوہ ازیں، شہری گنجائش کی اہمیت کا احترام کیا جائے تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ انتظامیہ کو دیے گئے وسیع اختیارات کا ناجائز استعمال نہ ہو۔

[1] اس طرح کا سیکیورٹی کے اصولوں پرمبنی اس طرح کا ردعمل جس کا مظاہرہ متعدد بحرانوں پر کیا گیا، اس سے قبل منشیات اور گینگ سے متعلقہ جرم پر بھی سامنے آچکا ہے اور مہاجرین کے بحران پر بھی اس کے استعمال میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ایسے معاملات میں محض شدت پیدا ہوگی، اور بلاشبہ سیکیورٹی کے اصولوں پرمبنی ردعمل کا اطلاق دیگر حالات میں بھی کیا جائے گا بشمول ماحولیاتی بحران پر، کیونکہ ماحولیاتی تبدیلی کے اثرات نمودار ہونے کا سلسلہ جاری ہے۔ اس لیے اس ردعمل کا مفصل جائزہ سیکیورٹی کے اصولوں پرمبنی اقدامات جو نمودار ہوتے رہیں گے، سے نبٹنے کے لیے ضروری ہے۔ ضروری نکتہ یہ ہے کہ، اگرچہ فوری 'خطرے' کے ردعمل میں، سیکیورٹی کے اصولوں پرمبنی اقدامات موزوں معلوم ہوتے ہیں، مگر سماج کی ان حالتوں (خواہ وہ معاشی ہوں، سیاسی ہوں یا دیگر) کو مدنظر نہیں رکھا جاتا جو ان ہنگامی حالات/ بحران کا سبب بنتی ہیں اور/ یا حکومت کی مؤثر ردعمل کی استعداد کو متاثر کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ، ہنگامی اقدامات اکثر حالات کو مزید گھمبیر اور سنگین بنا دیتے ہیں جو بحران کا سبب بنتے یا بحران کو جنم دیتے ہیں۔

[2] ملاحظہ کریں A/HRC/37/52 Fionnuala Ni Aolain "دہشت گردی کے مقابلے کے تناظر میں، ہنگامی حالات کے دوران انسانی حقوق کو درپیش مشکلات ۔ دہشت گردی کے مقابلے کے دوران انسانی حقوق کا فروغ و تحفظ ۔ ۔ اقوام متحدہ کے خصوصی مندوب کی رپورٹ"، یکم مارچ 2018 (1)۔

[3] انسانی حقوق کے عالمی نظام کے حوالے سے بھی اسی طرح ہی ہے۔ "ہنگامی حالت" کا اعلان ظاہر کرتا ہے کہ بیک وقت اس ریاست پر انسانی حقوق کے مختلف عالمی معاہدات میں درج ذمہ داریوں سے انحراف لاگو ہوگا، اور ریاست کے لیے ضروری ہے کہ وہ عالمی معاہدے کے متعلقہ ادارے کو اس ہنگامی حالت کے نفاذ اور موزوں انحراف کے بارے میں مطلع کرنے کے لیے ضروری کاروائی کرے۔

ملاحظہ کریں 21] A/HRC/37/52 above at IIA, :

[4] بشمول بعض انسانی حقوق اور آزادیوں کا احترام اور معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق پرمبنی مسابقتی دعوے

[5] A/HRC/37/52 at [15]

[6] مثال کے طور پر ملاحظہ کریں: آئی سی سی پی آر، آرٹیکل 4؛ ای سی ایچ آر، آرٹیکل 15؛ اے سی ایچ آر، آرٹیکل 27

[7] مخصوص وجوہ اور قابل جواز اہداف کے لیے، جب بعض حالتیں موجود ہوں۔ ایسی حد بندیوں کا ناگزیر ہونا اور کم سے کم طور پر امتناعی ہونا، اور ذرائع اور بیان شدہ اہداف کے بیچ میں متوازن ہونا، اور دیگر ذمہ داریوں اور بنیادی حقوق سے ہم آہنگ ہونا ضروری ہے، اور وہ اپنے مقصد اور اطلاق کے ضمن میں غیر امتیازی بھی ہوں۔

[8] ہنگامی اختیار/قوانین کے اطلاق کے لیے درکار ملکی شرائط کے حوالے سے بھی یہ درست ہے۔

[9] سماجی فاصلہ اور کچھ حد تک لاک ڈاؤن، بعض حوالوں سے ایسی حد بندی ہو سکتی ہے۔

[10] یہ اس وقت خاص طور پر ضروری ہے جب حقوق کی فراہمی آئین کی طرف سے ہو، اور ہنگامی حالت نافذ کرنے کے لیے آئینی ضوابط کی بجائے، ان حقوق کو محدود کرنے کے لیے عام قانون سازی کا طریقہ استعمال کیا جائے۔

[11] A/HRC/37/52 at [15]۔ مثال کے طور پر ہندوستانی آئین کی دفعہ 352 ملاحظہ کریں جو ہنگامی حالت کے اعلان اور بنیادی حقوق کے تعطل کا بندوبست فراہم کرتی ہے؛ مگر حکومت نے اس کے بجائے وبائی امراض ایکٹ 1897 اور ڈیزاسٹر مینجمنٹ ایکٹ 2005 استعمال کیا ہے۔

[12] مثال کے طور پر، مخصوص حقیقی حالات نے اس سطح کی ہنگامی حالت کو جنم دیا ہے جو متعلقہ معاہدے کی انحراف سے متعلقہ دفعات کی روشنی میں، خطرے کا سبب گردانی جا سکتی ہے۔

[13] مثال کے طور پر، اب تک، چھ ای سی ایچ آر اقوام نے وبا کے ردعمل میں آرٹیکل 15 کے تحت ہنگامی حالت کے اطلاق کا اعلان کیا ہے۔ ان میں آرمینیا، اسٹونیا، جارجیا، لٹویا، مالدووا اور رومانیہ شامل ہیں۔

http://theconversation.com/state-of-emergency-how-different-countries-are-invoking-extra-powers-to-stop-the-coronavirus-134495)

[14] مثال کے طور پر ملاحظہ کریں: یو کے کورونا وائرس ایکٹ جس نے چھ ماہ کے اندر اقدامات پر نظر ثانی کا اختیار دیا ہے، حالانکہ "سن سیٹ" وقت دو برس ہے:۔

https://www.theguardian.com/commentisfree/2020/mar/19/the-guardian-view-on-the-coronavirus-bill-strengthen-the-sunset-clause

اسی طرح کی دفعہ فرانسیسی قانون میں بھی ہے (دو ماہ میں نظر ثانی):۔

http://www.loc.gov/law/foreign-news/article/france-government-adopts-law-declaring-and-defining-a-state-of-health-emergency/

اور اسی طرح کی دفعہ وفاقی و ریاستی سطح پر جرمنی کے قانون میں ہے:۔

https://www.wsj.com/articles/germany-readies-emergency-budget-to-shield-economy-from-coronavirus-fallout-11584894181 and https://edition.cnn.com/world/live-news/coronavirus-outbreak-03-16-20-intl-hnk/h_6dc565297dae326d424f5a2f13618aeb

[15] ایک اہم مسئلہ یہ ہوگا کہ آیا معائنے کے قومی نظام ہائے کار اس نوعیت کے ہیں کہ وہ آزادی کو محدود کرنے والے اقدامات کی وسعت کی درست اطلاع دینے کے لیے معلومات فراہم کر سکیں اور آیا یہ اقدامات مقرر کی گئی مدت تک ضروری ہیں۔ معائنے ہوتے رہنا ضروری ہے تاکہ یہ معلوم کیا جا سکے کہ پابندیاں کب اٹھائی جائیں۔ اور ان معلومات کو عام کیا جائے تاکہ ان اقدامات کی جانچ پڑتال میں مدد مل سکے۔

[16] یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مختلف حالات کا سامنا کرنے والے مختلف لوگوں کے خلاف عمل درآمد کے مختلف نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ کووڈ 19 سے متعلق اقدامات کی روشنی میں خاص طور پر محروم برادریوں کو لاحق خطرے کا ذکر اگلے سیکشن میں کیا گیا ہے۔

[17] مثال کے طور پر 'برطانیہ میں پولیس کی لاک ڈاؤن قوانین کے ساتھ موافقت' ملاحظہ کریں:

https://www.bbc.co.uk/news/uk-52101040.

[18] https://www.independent.co.uk/news/world/asia/coronavirus-phillippines-lockdown-curfew-dog-cages-latest-a9427621.html

[19] https://www.straitstimes.com/singapore/coronavirus-4-work-pass-holders-repatriated-and-6-employers-suspended-from-work-pass

[20] https://www.theguardian.com/world/2020/mar/28/south-africa-police-rubber-bullets-shoppers-covid-19-lockdown

[21] https://www.aljazeera.com/news/2020/03/kenya-police-fire-excessive-force-curfew-begins-200328101357933.html

[22] https://www.al-monitor.com/pulse/originals/2020/03/lebanon-protests-coronavirus-support-poor-economy.html

[23] https://www.france24.com/en/20200318-anti-government-protests-thwarted-as-algeria-bans-street-marches-over-coronavirus

[24] https://www.reuters.com/article/us-health-coronavirus-southasia-protest/indian-police-clear-out-anti-government-protest-citing-coronavirus-idUSKBN21B0FW

[25] https://www.scmp.com/video/hong-kong/3064579/coronavirus-hong-kong-anti-government-protests-and-violent-clashes-return

https://www.nytimes.com/reuters/2020/03/18/world/americas/18reuters-health-coronavirus-chile.html 26

https://www.theguardian.com/commentisfree/2020/mar/29/coronavirus-uganda-used-to-lockdowns-poor-healthcare-but-we-are-terrified 27

https://www.hrw.org/news/2020/03/25/thailand-covid-19-clampdown-free-speech 28

https://www.voanews.com/east-asia-pacific/indonesian-police-intensify-crackdown-fake-news 29

https://uk.reuters.com/article/uk-health-coronavirus-morocco/morocco-makes-a-dozen-arrests-over-coronavirus-fake-news-idUKKBN2162EA 30

https://www.canberratimes.com.au/story/6684315/virus-wary-jordan-bans-newspaper-printing/?cs=14232 31

https://www.aljazeera.com/news/2020/03/egypt-expels-guardian-reporter-challenging-coronavirus-count-200326163435427.html 32

https://www.theguardian.com/media/2020/mar/24/us-newspapers-appeal-to-china-not-to-expel-their-reporters 33

https://www.nytimes.com/2020/03/20/us/politics/trump-border-coronavirus.html 34

https://thehill.com/regulation/court-battles/490247-judge-blocks-texas-from-banning-abortion-as-part-of-coronavirus 35

https://www.amnesty.org.uk/press-releases/usa-trump-cynically-abusing-coronavirus-crisis-suspend-environmental-regulations 36

https://www.hrw.org/the-day-in-human-rights/2020/03/26 37

https://www.euronews.com/2020/03/19/israel-is-no-longer-a-democracy-netanyahu-accused-of-exploiting-coronavirus-to-save-caree 38

https://www.dw.com/en/romanian-lawmakers-reinstate-pm-orban-amid-coronavirus-fears/a-52775071 39

https://www.amnesty.org/en/latest/news/2020/03/colombia-medidas-contra-covid19-desatender-proteccion-personas-defensoras/ 40

https://uk.reuters.com/article/us-health-coronavirus-usa-homeless/coronavirus-weighs-on-strained-american-system-to-care-for-homeless-idUKKBN20Z1CH 41

https://www.economist.com/leaders/2020/03/26/the-coronavirus-could-devastate-poor-countries 42

https://news.sky.com/story/coronavirus-reaches-african-continent-and-threatens-to-overwhelm-it-11961070 43

https://english.alarabiya.net/en/News/world/2020/03/25/Coronavirus-Thailand-lockdown-pushes-60-000-migrant-workers-to-leave-Official 44

https://www.theguardian.com/commentisfree/2020/mar/30/hostile-environment-covonavirus-crisis-britain-migrants 45

https://www.aljazeera.com/news/2020/03/undocumented-struggle-access-coronavirus-tests-lebanon-200328114859620.html 46

https://www.theguardian.com/world/2020/mar/29/low-paid-women-in-uk-at-high-risk-of-coronavirus-exposure 47

https://www.theatlantic.com/international/archive/2020/03/feminism-womens-rights-coronavirus-covid19/608302/ 48

https://www.france24.com/en/20200328-fears-of-domestic-violence-rise-as-millions-confined-over-virus 49

https://www.independent.co.uk/news/uk/home-news/coronavirus-domestic-abuse-women-refuge-shelter-uk-a9424791.html 50

https://www.buzzfeednews.com/article/otilliasteadman/coronavirus-sex-workers 51

https://www.pinknews.co.uk/2020/03/27/sex-work-coronavirus-english-collective-prostitutes-decriminalisation-workers-rights-safety/ 52

https://www.bbc.co.uk/news/uk-politics-52036355 53

https://time.com/5806577/coronavirus-refugees/ 54

https://www.hrw.org/news/2020/03/26/uk-covid-19-law-puts-rights-people-disabilities-risk 55

https://thehill.com/policy/healthcare/489685-disabled-advocates-warn-coronavirus-stimulus-does-not-address-pandemics 56

https://www.aljazeera.com/news/2020/03/war-torn-syria-braces-lockdown-virus-case-200323145356045.html 57

https://uk.reuters.com/article/uk-health-coronavirus-yemen/weakened-by-war-and-hunger-yemen-braces-for-coronavirus-idUKKBN21530B 58

https://www.africanews.com/2020/03/27/coronavirus-south-sudan-covid19-outbreak-likely-impact-on-markets-and-food-security-in-south-sudan// 59

https://foreignpolicy.com/2020/03/27/coronavirus-refugee-health-pandemic-unhcr/ 60

https://www.independent.co.uk/news/uk/home-news/coronavirus-prisons-immigration-removal-centres-health-release-labour-a9403306.html 61

https://www.theguardian.com/us-news/2020/mar/29/detainees-coronavirus-us-immigration-ice 62

https://www.aljazeera.com/news/2020/03/prison-riot-southern-iran-coronavirus-fears-200330110225199.html 63

https://metro.co.uk/2020/03/17/hundreds-inmates-escape-prison-coronavirus-riots-brazil-12410748/ 64

https://www.elmundo.es/internacional/2020/03/19/5e72c06f21efa09a6a8b462a.html 65

https://www.dw.com/en/coronavirus-sets-italian-prison-ablaze/a-52742593 66

https://www.nytimes.com/2020/03/25/opinion/india-coronavirus-lockdown.html 67

https://www.brookings.edu/blog/order-from-chaos/2020/03/26/as-coronavirus-hits-latin-america-expect-serious-and-enduring-effects/ 68

https://www.theguardian.com/global-development/2020/mar/20/covid-19-lockdown-turns-qatars-largest-migrant-camp-into-virtual-prison 69

https://www.hrw.org/news/2020/03/31/end-internet-shutdowns-manage-covid-19?fbclid=IwAR07CoT_We_HC9zNmx-opjq8Z2rZr6hMIfruczN6qzRNMEA69aL_V61YAxM 70

مذہبی بنیاد پرستی سماج کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے

آئی۔اے۔رحمان

پاکستان میں تعصب اور قدامت کی تاریک طاقتوں کا بہت زیادہ مضبوط ہو جانا کوئی حادثاتی اَمر نہیں۔ اِس کا سبب سرکار کی غیرضروری سرگرمیوں میں دلچسپی اور ضروری سرگرمیوں سے اجتناب میں پنہاں ہے۔

مدارس کی باضابطگی اور اُن کے نصاب میں اصلاحات نیشنل ایکشن پلان 2014 کی بنیادی ترجیحات کا حصہ تھی۔ پلان کا اطلاق تو مذہبی ٹولے کی مخالفت کے باعث یقینی نہیں بن سکا مگر درسی کتابیں اُس وقت تک شائع نہیں ہوسکیں گی جب تک اُنہیں ایک مذہبی ادارے کی منظوری نہیں مل جاتی۔ اِس غیرمعمولی فیصلے مظوری کہاں ہے؟

بڑی عجیب بات ہے کہ ضیاءالحق اور اُن کے جانشینوں کی طرف سے اپنی مرضی کا اسلام لاگو کرنے کے چالیس برس بعد بھی، لوگوں کو قرآن شریف کی تلاوت پر قائل کرنے کے لیے قانون سازی اور انتظامی احکامات صادر کرنے کی ضرورت پڑ رہی ہے۔ تمام مسلمان مقدس کتاب کو اتنا اچھی طرح پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں جتنا کہ ان کے وسائل اس کی اجازت دیتے ہیں۔ اگر ایسے کوئی دِل ہیں جن پر خدا کا خوف نازل کرنے کی ضرورت ہے تو اُن میں سے بیشتر پاکستان کے حکمرانوں جیسے کہ وزراء اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اہلکاروں کے ہوسکتے ہیں۔

اسلام مکمل طور پر رضاکارانہ مذہب ہے۔ پنجاب حکومت کو یہ خیال کہاں سے آیا ہے کہ قرآن کا مطالعہ نہ کرنے والے طالبعلموں کو سزا ملے گی۔ پنجاب ایکٹ 2018 پہلے سے موجود ہے جس کی رُو سے صوبے کے تمام تعلیمی اداروں کے طالبعلموں کے لیے قرآن کا مطالعہ لازمی ہے۔ گورنر پنجاب کو اِس ماہ یہ نوٹیفکیشن جاری کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ مقدس کتاب کا مطالعہ نہ کرنے والوں کو اسناد جاری نہیں کی جائیں گی۔ علمائے کرام اس سوال کا اچھی طرح جائزہ لے سکتے ہیں کہ کیا پنجاب کا نوٹیفکیشن اسلام کے بنیادی اصول ''لا اکراہ فی الدین'' (دین میں جبر نہیں) سے مطابقت رکھتا ہے؟

سب سے بدقسمت حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں کسی بھی مطالبے یا اقدام پر مذہبی لبادہ اوڑھ کر اُسے بحث کے دائرے سے خارج کیا جاسکتا ہے۔

ملک کے انتہائی قابل احترام اساتذہ اور انسانی حقوق کے علمبرداروں میں سے ایک، پروفیسر عرفانہ ملاح کو مذہبی جنونیوں نے اس حد تک ہراساں کیا اور قتل کی دھمکیاں دیں کہ اُنہیں اُس جرم کے لیے افسوس کا اظہار کرنا پڑا جو اُنہوں نے کیا ہی نہیں تھا۔ کیا کسی حساس شخص کے ساتھ اس سے بھی زیادہ جارحانہ اور ذلت آمیز رویہ اختیار کیا جاسکتا ہے؟

اُن پر انسان کے بنائے ہوئے، نہ کہ الہامی، قوانین میں نقائص کی نشاندہی کا الزام عائد تھا۔ مجموعہ ضابطہ تعزیرات کی کسی دفعہ پر تنقید کب سے جرم ٹھہرا ہے؟ وفاقی شرعی عدالت، جس نے 295 سی کے تحت سزائے موت کو لازمی قرار دیا تھا، نے خود اپنے حکمنامے میں کہا تھا کہ یہ دفعہ اسلامی اصول 'انما الاعمال بالنیات'

(اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے)۔ سے مطابقت نہیں رکھتی۔ وکیل جس نے دفعہ 295 سی کے تحت سزائے موت لازمی قرار دلوانے کے لیے شرعی عدالت میں پٹیشن دائر کی تھی، نے قانون توہین رسالت کے نام سے ایک کتاب شائع کی، جس میں اُنہوں نے کہا: "میری رائے میں دفعہ 295 سی میں مزید ترمیم کر کے اُسے قرآن وسنت کی مطابقت میں لانا انتہائی ضروری ہے۔" "بصورت دیگر، اگر اس دفعہ کو اس کی موجودہ حالت میں برقرار رکھا جاتا ہے تو پھر، 'ابہام' اور قانونی پچیدگیاں مسائل کو جنم دیں گی۔" حکومت اس سب کچھ سے لاعلم نہیں ہوسکتی اور ہجوم کے اشتعال پر اس کی خاموشی اس کی سازباز کا ثبوت ہے۔ یا کیا ہمیں مرحوم اسماعیل قریشی کے خلاف مقدمہ درج کرنا چاہیے؟

> **حکومت نے رمضان کے دوران نماز تراویح کے معاملے پر مذہبی عناصر کے سامنے گھٹنے ٹیکے ہیں اور وہ وباء کے دوران اجتماعات پر پابندیوں اور ایس او پیز کی خلاف ورزی کے لیے خصوصی رعایت کے استحقاق کا دعویٰ کر رہے ہیں۔**

قدامت پسند مذہبی ٹولے کے سامنے ریاستی اطاعت کے کئی شواہد دستیاب ہیں۔ کئی برسوں سے، حکومت دہشت گرد تنظیموں کی فنڈنگ روکنے کے لیے درکار اقدامات کے حوالے سے فنانشل ایکشن ٹاسک فورس کو مطمئن نہیں کر پا رہی جس کی وجہ یہ ہے کہ حکومت "اچھے دہشت گردوں" کے لیے نرم گوشہ رکھتی ہے۔

حال ہی میں، تین کتابوں، پہلا مسلمان، رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد، اور اسلام کی مختصر تاریخ، پر مبینہ طور پر صحابہ کے خلاف توہین آمیز مواد رکھنے کے باعث پابندی لگائی گئی ہے۔ مگر یہ طے کس نے کیا کہ یہ الزام درست ہے اور کس طریقہ کار کے تحت یہ طے ہوا؟

حالیہ ترین وفاقی بجٹ نے اعلیٰ تعلیمی کمیشن کا فنڈ کم کر دیا ہے، اور یونیورسٹیوں کی کم وُقعتی اور مدارس کا فروغ ضیاء کے دور سے آپس میں جڑے ہوئے ہیں۔

حال ہی میں، حکومت نے اقلیتوں پر ایک خاص کمیشن قائم کیا ہے جس کی تشکیل اور اختیارات ایک مذہبی ادارے کی منظوری کے تابع ہیں اور یہ ادارہ وزارت مذہبی امور کا حصہ ہے جس کا بنیادی کام مذہبی- سیاسی رہنماؤں کو حکومتی پالیسیوں سے ہم آہنگ رکھنا ہے۔

حکومت نے رمضان کے دوران نماز تراویح کے معاملے پر مذہبی عناصر کے سامنے گھٹنے ٹیکے ہیں اور وہ وباء کے دوران اجتماعات پر پابندیوں اور ایس او پیز کی خلاف ورزی کے لیے خصوصی رعایت کے استحقاق کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ اگر سروے جس کے مطابق 55 فیصد افراد کووڈ 19 کو سنجیدہ نہیں لے رہے، درست ہے تو پھر اس کا بنیادی سہرا نام نہاد مذہبی احتجاجیوں کے سَر جاتا ہے۔

دانش کی آوازوں، جنہیں مذہب کے بیوپاری اپنے تنگ نظر سماجی وسیاسی مقاصد کے لیے بڑے عرصے سے نشانہ بنا رہے ہیں، کو دبانے کی مہم میں حالیہ ترین پیش رفت اُن اساتذہ کے لیے تعلیمی فضا ختم کرنا ہے جو سرعام نظر آنے والے تعصب پر عقل کو ترجیح دیتے ہیں۔ ایسی اطلاعات گردش میں ہیں کہ آزاد سوچ رکھنے والے اساتذہ کے ملازمتی معاہدوں پر منفی انداز میں نظر ثانی کی جارہی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مقصد انہیں ان کے خیالات کی سزا دینا نہ ہو مگر نتیجہ یہ نکلے گا کہ مجموعی طور پر لوگ اُن کی دانش سے مستفید ہونے سے محروم ہو جاؤ گے۔ یہ سوچنا محال ہے کہ آزاد ذہن رکھنے والے دانشوروں سے چھٹکارے کی مہم کے پیچھے کوئی بڑا ہاتھ نہیں ہے۔

یہ تمام ماہرینِ تعلیم کے لیے ایک تنبیہ ہوسکتی ہے کہ اُنہیں اب اپنی بقاء کے لیے نئی شرائط قبول کرنی ہوں گی۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ متبادل آوازوں کا گلا گھونٹنے کی مہم اپنے عروج پر ہے۔ یہ ایک ایسے مذہبی راج کے قیام کو جنم دے سکتی ہے جو لوگوں کو دکھ کے سوا کچھ نہیں دے سکتا، جیسا کہ کئی برس قبل ڈاکٹر فضل الرحمان نے کہا تھا۔ ان کی یہ پیشین گوئی کہ ایسا نظام مختصر عرصہ کے لیے ہوگا، ہمارے لیے ریلیف کا سبب نہیں ہونی چاہیے کیونکہ پاکستان میں جو کچھ قابل قدر ہے، چھِن جائے گا۔ کیا کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عوام کو اس دکھ سے دوچار کرے؟

یہ مضمون 25 جون 2020 کو ڈان میں شائع ہوا تھا۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

بلوچستان: 'نامعلوم عناصر' کی معلوم کارروائیاں

08 جون کو پاکستان میں وائس فار بلوچ مِسنگ پرسن کی جانب سے گمشدہ افراد کا دن منایا گیا۔ بلوچستان جبری گمشدگیوں کے موضوع پر رابعہ بگٹی کا بلاگ۔

کپکپاتے ہونٹ، مغموم آنکھیں اور شدتِ کرب سے لرزتا بدن، اس کے ہاتھ میں دو تصویریں تھیں، جو اس کے لاپتہ بھائیوں کی تھیں۔ اس قدر رقت طاری تھی کہ نہ الفاظ میں کوئی تسلسل تھا نہ لہجے میں روانی۔ تھا تو بس گلہ، گلہ گھر ہی میں غیر محفوظ ہونے کا، گلہ چادر اور چار دیواری کا تقدس پامال ہونے کا۔ حسیبہ کا ایک بھائی پہلے ہی اس اندھی جنگ کا شکار ہو چکا ہے اور اب وہ بلوچ مِسنگ پرسن ڈے پر اس بات کا مطالبہ کر رہی ہے کہ اس کے باقی دونوں بھائی جو اسی سال فروری میں محبت کے عالمی دن کے موقع پر لاپتہ کر دیے گئے ان کا پتہ لگایا جائے۔ اس دن جب پوری دنیا محبتوں کا جشن منا رہی تھی کسی دکھی ماں کے لال نامعلوم افراد کے ہاتھوں نامعلوم مقام پر منتقل کر دیے گئے ہوں گے۔ نجانے اس نامعلوم کا علم ہم پر کب نازل ہوگا۔ اب تو دہائیاں بیت گئی ہیں۔

صرف تکلیف کا سامنا ہوتا تب بھی بات قابلِ بحث تھی مگر شومئی قسمت معاملہ اب تذلیل تک آن پہنچا ہے۔ ابھی کل ہی تو ملک گونج رہا تھا برمش کے حق میں نعروں سے، برمش جس نے ابھی پوری طرح ہوش بھی نہیں سنبھالا تھا رات کی تاریکی میں ایک اندھی گولی کا نشانا بنی۔ سوشل میڈیا پر اس کی ایک ویڈیو وائرل ہوئی، اپنی ماں کو پکارتی وہ معصوم بچی یہ نہیں جانتی تھی کہ جس اندھی گولی نے اسے زخمی کیا تھا وہ اس کی زیست پر ایسا زخم چھوڑ کر گئی ہے جس کا بخت ہی ناسور بننا ہے، اس کی ماں، ملک ناز اب اس کی پکار کبھی نہ سن پائے گی۔ مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ کارروائی بظاہر وہاں موجود ڈیتھ اسکواڈ نے کی ہے، جس کو حکومتی اور سکیورٹی اداروں کی پشت پناہی حاصل ہے لیکن کہنے والوں کا کیا ہے وہ تو کچھ بھی کہتے ہیں۔

حسیبہ بھی تو کہتی ہے۔ وہ کہتی ہے وہ دکھ میں ہے اس کا غم کربِ عظیم ہے۔ وہ گھر سے نکلتی ہے تو لوگوں کی نگاہیں اسے نشتر کی طرح چبھتی ہیں۔ اگر کوئی بلوچوں کی ثقافت سے آشنا ہو تو وہ اس بات کی تائید کرے گا۔

دو سال پہلے میرا کوئٹہ جانا ہوا۔ اتفاق سے گمشدہ افراد کے لواحقین کی طرف سے ایک ریلی کا انعقاد ہوا تھا۔ میں چونکہ شعبے کے لحاظ سے صحافی ہوں اور غلطی سے بلوچ بھی تو میرے لیے یہ اچھنبے سے کم نہ تھا کہ بلوچ خواتین سڑکوں پر سراپا احتجاج ہوں۔ میرے تجسس نے مجھے کوئٹہ پریس کلب کے سامنے پہنچا کر ہی دم لیا۔ عجب منظر تھا، تا حد نگاہ خلقت ہی خلقت، عمر اور جنس کی تمیز سے مبرا لوگ، زندگی کی تپتی ریت پر والد کے سائے سے محروم پیر جلاتے بچے، روتی مائیں اور شکوہ کناں آنکھوں سے اپنے پیاروں کی واپسی کی امید پر مِسنگ پرسن کیمپ پر بیٹھی بہنیں اور بیٹیاں۔ ان کے گھروں میں اب نہ عید ہے نہ شب برات، ہے تو ایک آس، اپنوں کے لوٹ کر آنے کی۔ لیکن یہ آس اور امید کئی سالوں سے حکمرانوں کی بے حسی اور بربریت کی نظر ہوتی آئی ہے، جنہیں بلوچستان میں ہوتی ہوئی ناانصافیوں اور ظلم و جبر سے چنداں فرق نہیں پڑتا۔

08 جون کو ملک میں وائس فار بلوچ مِسنگ پرسن کی جانب سے گمشدہ افراد کا دن منایا گیا۔ لیکن ان افراد کے رشتے داروں کے لیے یہ معمول کا ہی ایک دن تھا۔ یہ لوگ ہر روز کی طرح سرد و گرم کو بالائے طاق رکھ کر بلوچ مسنگ پرسنز کیمپ پر بیٹھ کر اپنا احتجاج درج کروانے کی اپنی سی کوشش کرتے رہے۔ اس سال برمش کی معصوم تصویر نے وقت سے قبل چنگاری بھڑکا دی تھی، جس کا دھواں تا دیر سلگتا رہا۔ کوئٹہ پریس کلب کے باہر آج حسیبہ کی آنکھوں سے بہتے پانیوں کے سامنے شام تو ڈھلی لیکن بلوچستان کے ان گنت گھروں میں سورج طلوع ہونے کے امکانات کم نظر آتے ہیں۔

ذاکر کی ماں اور اس جیسی ہزاروں بدنصیب ماؤں کی پُرسوز آنکھیں اب بھی کسی معجزے کی منتظر ہیں۔ ایسا معجزہ، جس کے رونما ہونے کی امید نہ ہونے کے برابر ہے، باوجود اس کے کہ اس مسئلے کا حل موجودہ اور گزشتہ حکومتوں کے منشور کا اہم جُزو رہا ہے اور وطنِ عزیز میں جبری گمشدگی آئین کے مطابق ایک مجرمانہ عمل ہے۔ لیکن بلوچستان میں ماورائے عدالت قتل، ہو یا اجتماعی قبریں، مسخ شدہ لاشیں ہوں یا بیرونِ ملک پناہ گزیں بلوچ صحافیوں کا قتل کچھ بھی اب اچھنبے کی بات نہیں رہی۔

اس خطے نے ہمیشہ قربانیاں دی ہیں لیکن انصاف کے متمنی یہ لوگ اب سوال کرتے ہیں۔ یہ برمش یہ ماہ رنگ، یہ حسیبہ یہ ملک ناز اس ملک کی پیشانی پر بذاتِ خود سوال ہیں۔ پوچھتے ہیں کہ ان عقوبت خانوں کا دور کب تک چلے گا؟ کب تک لوگ اپنے پیاروں کی راہ تکیں گے؟ کب تک مسخ شدہ لاشیں ویرانوں سے ملیں گی؟ حسیبہ کی آواز بلوچستان کی سوگوار ہواؤں میں گونجتی ہے کہ آخر کیوں یہ ریاست ہمارے بھائیوں کو چھان چھان کر لے جا رہی ہے؟ لیکن یہ تڑپتی گونج حکامِ بالا کہ کانوں تک پہنچے گی یا نہیں اس کا کوئی جواب نہیں یہ تمام سوالات ان نامعلوم عناصر کی طرح ہی ہیں، جو موجود تو ہیں لیکن کسی میں اتنی جرات نہیں کہ ان کی نشاندہی کر سکے۔

(بشکریہ ڈی ڈبلیو)

گوجرانوالہ کے سٹیج فنکاروں کے ساتھ اظہار یک جہتی

گوجرانوالہ 26 جولائی کو گوجرانوالہ میں فنکاروں نے تھیٹر نہ کھولنے پر حکومتی بے حسی پر گہرے دکھ کا اظہار کیا۔ گوشی ٹو نے کہا کہ ہمارے معاشی حالات بہت خراب ہوگئے ہیں۔ ہم بھی پاکستانی شہری ہیں۔ ریاست کا فرض ہے کہ وہ ہمیں ہر ممکن سہولیات فراہم کرے۔ ٹی وی پروگرام حسب حال اور سٹیج کے معروف اداکار زلفی نے کہا کہ ہم لوگ قرض اٹھا کر اب فاقہ کشی کا شکار ہو چکے ہیں اسکے علاوہ کرونا جیسے حالات میں جب ہر شخص ٹینشن کا شکار ہے اسکو تفریح مہیا کی جائے لیکن الٹ چال چلی جا رہی ہے۔ ایکٹر وسیم ڈار کا کہنا تھا کہ منڈی، ٹرانسپورٹ اور بازار میں ہر جگہ رش ہے لیکن کرونا کیا تھیٹر میں گھس گیا ہے۔ بابا نجمی نے اپنے حالات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ تین ماہ سے اپنے گھر کا کرایہ ادا نہیں کر سکے۔ فن کی تشنگی اسکے علاوہ ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تھیٹر کو جلد از جلد کھولا جائے۔ ایچ آر سی پی کی طرف سے محمد اسرائیل ایڈووکیٹ، مرزا اشتیاق احمد، ڈاکٹر اعجاز صدیقی اور سعید اعوان نے ان کو سول سوسائٹی کی جانب سے ہر قسم کی حمایت کا یقین دلایا اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ آئین اپنے شہریوں کا بھرپور تحفظ کرتا ہے۔ اس لئے فنکاروں کے مطالبات کو فی الفور مانا جائے۔

ایچ آر سی پی کے ممبر سعید اعوان کا گوجرانوالہ کے سٹیج فنکاروں کے ساتھ اظہار یک جہتی

(نامہ نگار)

توہین مذہب کے الزام میں قید شگفتہ کوثر اور شفقت ایمانوئل کو اپنی اپیل کے فیصلے کا انتظار

اس جوڑے پر سنہ 2014 میں توہین رسالت کا الزام لگا

شگفتہ کوثر اور ان کے شوہر شفقت ایمانوئل نے گذشتہ چھ برس جیل میں گزارے ہیں۔ یہ لوگ، انتظار کر رہے ہیں کہ کب انھیں، توہینِ رسالت کے الزام میں ملنے والی موت کی سزا، کے خلاف اپیل کا فیصلہ سنایا جائے گا۔

یہ غریب مسیحی خاندان پاکستان کے شہر گوجرہ سے ہے اور بدھ کو انھیں لاہور ہائی کورٹ میں اپنی دائر کی گئی اپیل کے بارے میں فیصلہ سنایا جانا تھا۔ تاہم بدھ کے روز ایک مرتبہ پھر عدالت نے سماعت مؤخر کر دی ہے۔ اگلی سماعت کی تاریخ اب تک نہیں دی گئی ہے۔

ملزمان کو امید ہے کہ اُس سے ان کی پریشانی اور انتظار بالآخر ختم ہوگا۔

> اس جوڑے کے چار بچے ہیں اور وہ اب گہرے صدمے میں ہیں۔ جوزف کہتے ہیں 'وہ ہر وقت روتے ہیں اور اپنے والدین کو یاد کر رہے ہیں، وہ ان سے دوبارہ ملنا چاہتے ہیں۔' انسانی حقوق کی تنظیموں کا مؤقف ہے کہ پاکستان میں توہینِ رسالت کے الزامات اکثر یا تو اپنی ذاتی دشمنیوں کا انتقام لینے کے لیے لگائے جاتے ہیں یا پھر اقلیتی برادریوں کو نشانہ بنانے کے لیے۔

ان کے وکیل سیف الملوک نے توہینِ رسالت کے مقدمے میں سزا پانے والی خاتون آسیہ بی بی کے مقدمے کی بھی پیروی کی تھی اور سزا کے خلاف اپیل میں فیصلہ آسیہ بی بی کے حق میں لینے میں کامیاب رہے۔ انھوں نے بی بی سی کو بتایا کہ جن شواہد کی بنا پر دونوں میاں بیوی پر مقدمہ چلا کر سزا دی گئی ہے، وہ ناقص ہیں۔

لیکن ساتھ ہی انھوں نے یہ خبردار کیا کہ پاکستان میں جج اس طرح کے مقدمات میں ملزم کو بری کرنے سے 'ڈرتے' ہیں کہ کہیں وہ خود شدت پسندوں کا نشانہ نہ بن جائیں۔ اوپر سے کورونا وائرس کی وجہ سے اس وقت عدالتی نظام بھی سست ہے۔

اس جوڑے کو موت کی سزا سنہ 2014 میں ہوئی جب ان کے خلاف چلائے گئے مقدمے میں یہ الزام ثابت ہوا کہ جس موبائل نمبر سے مقامی مسجد کے امام کو پیغمبرِ اسلام کے بارے میں توہین آمیز میسیجز بھیجے گئے تھے وہ نمبر ان کے نام پر رجسٹر تھا۔

پاکستان میں توہینِ رسالت کی سزا موت ہے لیکن آج تک اس سزا پر عمل درآمد نہیں کیا گیا۔ تاہم ماضی میں بہت سے لوگوں پر یہ الزام لگنے کے بعد مختلف مشتعل ہجوموں نے ان کا قتل کیا ہے۔

شگفتہ کے بھائی جوزف نے بی بی سی کو بتایا کہ ان کی بہن اور بہنوئی بے قصور ہیں اور انھیں یہ بھی نہیں پتا کہ آیا ان دونوں کے پاس اتنی تعلیم ہے بھی کہ وہ موبائل پر اس طرح کے میسج لکھ سکیں۔ شگفتہ ایک کرسچن سکول میں کیئرٹیکر یا نگراں کی حیثیت سے کام کرتی تھیں جبکہ ان کے شوہر شفقت معذور ہیں۔

جوزف نے بتایا کہ جیل میں جب وہ شفقت سے ملنے گئے تو انھوں نے بتایا کہ ان پر تشدد کر کے ان سے جرم کا اعتراف کروایا گیا ہے۔

'انھوں نے مجھے بتایا کہ انھیں مار مار کر ان کی ٹانگ توڑ دی۔'

اس جوڑے کے چار بچے ہیں اور وہ اب گہرے صدمے میں ہیں۔ جوزف کہتے ہیں 'وہ ہر وقت روتے ہیں اور اپنے والدین کو یاد کر رہے ہیں، وہ ان سے دوبارہ ملنا چاہتے ہیں۔'

انسانی حقوق کی تنظیموں کا مؤقف ہے کہ پاکستان میں توہینِ رسالت کے الزامات اکثر یا تو اپنی ذاتی دشمنیوں کا انتقام لینے کے لیے لگائے جاتے ہیں یا پھر اقلیتی برادریوں کو نشانہ بنانے کے لیے۔

شفقت اور شگفتہ کے وکیل نے بی بی سی کو بتایا کہ ان کی اپنے پڑوسیوں سے لڑائی ہوئی تھی اور ممکن ہے کہ انھوں نے شگفتہ کے نام پر سم کارڈ لے کر ان سے بدلہ لینے کے لیے یہ حرکت کی ہو۔

پاکستان میں توہین رسالت کے مقدمات میں سزا اکثر اعلیٰ عدالتوں میں اپیل پر ختم کر دی جاتی ہے۔ پچھلے سال ایک دہائی تک سلاخوں کے پیچھے رہنے والی آسیہ بی بی کو سپریم کورٹ نے بری کیا اور وہ پاکستان سے کینیڈا منتقل ہوگئیں۔ عدالت کے اس فیصلے پر ملک میں متعدد مذہبی جماعتوں کی طرف سے پرتشدد مظاہرے بھی ہوئے۔

سیف الملوک نے بی بی سی کو بتایا کہ ان کے خیال میں جوڑے کے خلاف کیس آسیہ بی بی کے کیس سے بھی زیادہ کمزور ہے اور انھیں بین الاقوامی برادری سے اسی طرح کی حمایت ملنی چاہیے۔

انھوں نے یہ بھی کہا کہ اگر انھیں بری کر دیا جاتا ہے تو جوڑے کو کسی دوسرے ملک میں سیاسی پناہ کی ضرورت ہوگی۔ جبکہ جوزف کا کہنا تھا کہ انھیں امید ہے انصاف ملے گا اور آسیہ بی بی کے خلاف مقدمے کے خلاف فیصلے سے انھیں مزید حوصلہ ملا ہے۔

سپریم کورٹ کے جج صاحبان، جنھوں نے آسیہ بی بی کو بری کیا تھا، نے توہینِ رسالت کے جھوٹے مقدمات کے بارے میں خبردار کیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود ملک میں اس طرح کے کیسز میں اضافہ دیکھا گیا ہے۔ اپریل میں احمدی برادری سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون پر توہین رسالت کے جرم میں مقدمہ چلایا گیا۔ وہ ایک مسجد کو چندا دینے کی کوشش کر رہی تھیں جب ان پر یہ الزام لگایا گیا۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

ٹارگٹ کلنگ میں خاتون قتل

شمالی وزیرستان 23 جولائی کو شمالی وزیرستان میں پہلی بار ٹارگٹ کلنگ کے واقعہ میں خاتون جاں بحق جاں بحق ہوگئی، شمالی وزیرستان کے میرعلی سب ڈویژن علاقہ حیدرخیل میں پہلی بار ایک خاتون کو نامعلوم مسلح افراد نے گولی مار کر قتل کر دیا، پولیس کا کہنا ہے کہ چند نامعلوم موٹر سائیکل سواروں نے دن کے وقت مسماۃ (س۔ش) زوجہ عبدالصبور کو اس وقت قتل کر دیا جب وہ اپنے کھیتوں سے گھر جا رہی تھی، خاتون کی لاش پوسٹ مارٹم کیلئے ٹی ایچ کیو ہسپتال منتقل کر دی گئی، یاد رہے کہ اس سے پہلے ٹارگٹ کلروں نے قبائلی سرداروں، سرکاری افسروں، عام سویلین وغیرہ کو ٹارگٹ کرتے تھے، لیکن گزشتہ روز پہلی بار ایک خاتون کو قتل کر دیا جو کہ لمحہ فکریہ ہے۔

(روزنامہ آج)

ہسپتال میں سہولیات کا فقدان، مریضوں کو مشکلات

دیر لوئر ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال تیمرگرہ مسائل کا گڑھ بن گیا۔ ایمرجنسی ویران جبکہ صفائی کی ناقص صورتحال کی وجہ سے مریضوں کو شدید مشکلات کا سامنا ہے، ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال تیمرگرہ پر لاکھوں آبادی کا دارومدار ہے لیکن اس کے باوجود ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال تیمرگرہ میں علاج و معالجہ کی سہولیات کا فقدان ہے، ہسپتال کی ایمرجنسی میں رات کے اوقات میں عملہ نہ ہونے کی وجہ سے ویران ہوا تا ہے اور مریضوں کی علاج و معالجے اور مرہم پٹی کیلئے بھی کوئی موجود نہیں ہوتا ہے، ہر دوسرے تیسرے مریض کو پشاور اور دیگر ہسپتالوں کو منتقل کیا جاتا ہے، ہسپتال میں مریضوں کو سرکاری ادویات نہیں مل رہی ہیں، اور اکثر ڈاکٹرز سرکاری ڈیوٹی کیلئے ہسپتال کو دیر سے آتے ہیں اور واپس جلد سرکاری ڈیوٹی چھوڑ کر پرائیویٹ کلینکس میں پریکٹس کیلئے موجود ہوتے ہیں جس کی وجہ سے مریض دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہیں لیکن ڈاکٹروں سے کوئی پوچھنے والا نہیں، ہسپتال میں صفائی کی ناقص صورتحال کی وجہ سے مریضوں کی تیمارداری کیلئے آنے والے اپنے ساتھ بیماری گھروں کو لے جاتے ہیں، کورونا وائرس کی وجہ سے ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال کے بعض شعبہ جات اب بھی بند پڑے ہیں جبکہ کئی ماہ گزرنے کے باوجود ہسپتال میں کورونا ٹیسٹنگ لیبارٹری فعال نہ ہوسکی، ہسپتال تاحال مویشی اور کتوں کی بہتات ہیں جس کی وجہ سے مریضوں کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، علاقے کے عوام نے حکومت سے پرزور مطالبہ کیا ہے کہ ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال تیمرگرہ میں مریضوں کو درپیش مسائل و مشکلات کے خاتمہ کیلئے ہنگامی بنیادوں پر اقدامات کریں۔

(نامہ نگار)

مزدور کو قتل کر دیا

ٹانک 10 جولائی کو بھٹہ خشت مالک اور مزدور کے درمیان تو تکار پر بھٹہ خشت مالک کی فائرنگ سے مزدور محمد اللہ جاں بحق جبکہ مزدور کا دوسرا بھائی طورخان شدید زخمی ہوگیا۔ تھانہ گومل کی حدود میں ٹانک، جنڈولہ روڈ پر ڈبرہ شہر میں واقعہ اللہ داد بھٹہ خشت کے مالک اللہ داد سلیمان خیل اور مزدور محمد اللہ ولد غازی خان قوم سلیمان خیل سکنہ گل کچ عوب بلوچستان حال ڈبرہ ٹانک کے درمیان چھٹی مانگنے پر لڑائی جھگڑا ہوا، لڑائی کے دوران اللہ داد مالک بھٹہ خشت کی طرف سے فائرنگ کی گئی جس کے نتیجے میں مزدور محمد اللہ موقع پر جاں بحق اور اس کا بھائی طورخان زخمی ہوگیا، جنہیں فوری طور پر سول ہسپتال ٹانک منتقل کیا گیا، مقتول مزدور محمد اللہ کے دیگر ورثاء نے اللہ داد بھٹہ خشت میں موجود لکڑیوں کے ٹال اور دیگر سامان کو آگ لگادی جس کی اطلاع پر مقامی پولیس اور فائر بریگیڈ کی گاڑی موقع پر پہنچ کر آگ بجھانے اور ملزمان کو گرفتار کرنے کیلئے مختلف مقامات پر سرچ آپریشن شروع کر کے مقدمات درج کر لئے ہیں۔

(روزنامہ ایکسپریس)

کمسن بچی سے جنسی زیادتی

پشاور 19 جولائی کو پشاور کے نواحی علاقے میں سبزی فروش نے سات سالہ بچی کو مبینہ طور پر جنسی زیادتی کا نشانہ بنا ڈالا، جس کے خلاف مقدمہ درج کرلیا گیا، جبکہ متاثرہ بچی کو میڈیکل کیلئے بھجوا دیا گیا ہے، مسماۃ (ش) سکنہ رنگ روڈ نے پولیس کو بتایا کہ اس کی سات سالہ بیٹی مسماۃ (ن) سبزی لینے کیلئے گئی تھی تھوڑی دیر بعد وہ روتے ہوئے واپس گھر آئی اور بتایا کہ سبزی فروش صنم گل نے اسے مبینہ طور پر زیادتی کا نشانہ بنایا۔ مقامی پولیس سٹیشن میں شکایت پر پولیس نے ملزم کے خلاف مقدمہ درج کرلیا جبکہ بچی کو میڈیکل کیلئے بھجوا دیا گیا۔

(روزنامہ مشرق)

رشتہ کے تنازعہ پر لڑکی کو قتل کر دیا گیا

مانسہرہ 11 جولائی کو تھانہ اوگی کے دورافتادہ علاقہ ٹھاکرہ سیریاں میں رشتہ کے تنازعہ پر لڑکی کو قتل کر دیا گیا، پولیس نے دعویداری پر دو ملزموں کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کرلیا، تھانہ اوگی کے مطابق مراد ولد ایوب مسماۃ آمنہ بی بی ساکن ٹھاکرہ سیریاں یوسی کروڑی کے ساتھ رشتہ کا خواہش مند تھا مگر لڑکی کے والدین نے اس کی شادی ایک ماہ قبل ذوالفقار کے ساتھ کر دی جس کا اسے شدید رنج تھا اور گزشتہ روز ملزم اپنے ایک اور ساتھی کے ہمراہ لڑکی کے گھر میں گھس گیا اور فائرنگ کر کے اسے قتل کر دیا، اور فرار ہوگیا، اواقعہ کی اطلاع پر ایس ایچ او تھانہ اوگی فیصل خلیل تنولی نفری کے ہمراہ پہنچ گئے اور نعش قبضہ میں لیکر پوسٹ مارٹم کے بعد لواحقین کے حوالے کر دی۔

(روزنامہ مشرق)

لڑکی کا گھر کے اندر قتل

ڈیرہ اسماعیل خان 20 جولائی کو قتل کے انتہائی لرزہ خیز واقعہ میں نامعلوم مسلح شخص نے مکان میں گھس کر اندھا دھند فائرنگ کر کے 18 سالہ لڑکی کو قتل کر دیا، پولیس ذرائع کے مطابق تھانہ پارک کی حدود میں واقع علاقہ گلوٹی میں نامعلوم ملزم نے مکان میں داخل ہو کر وہاں پر موجود 18 سالہ لڑکی مسماۃ رقیہ بی بی دختر زردعلی قوم بدنی خیل سکنہ گلوٹی پر اندھا دھند فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں وہ موقع پر ہی جاں بحق ہوگئی۔

(روزنامہ آج)

ہسپتال بنیادی سہولیات سے محروم

باجوڑ یوتھ آف باجوڑ کے چیئرمین ریحان زیب نے کہا ہے کہ باجوڑ کے ضلعی ہیڈکوارٹر ہسپتال خار میں سہولیات کی فراہمی یقینی بنائی جائے۔ ہسپتال میں مافیا کے قبضوں کی وجہ سے آکسیجن تک موجود نہیں۔ ہسپتال کو جو فنڈ زمحکمہ ہیلتھ اور پرچی کی مد میں ملتا ہے وہ کہا خرچ ہوتا ہے، وزیراعظم سے عاجزانہ درخواست کرتے ہیں کہ ہسپتال ہذا کے مکمل اڈٹ کر کے قبضہ مافیا چوری شدہ رقم واپس لیں۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے چند روز قبل موٹر سائیکل کی ٹکر سے جاں بحق ہونے والے نیک رحمٰن کے بیٹے جبران (مرحوم) کے رشتہ داروں کے ہمراہ باجوڑ پریس کلب میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ باجوڑ پریس کلب میں جبران کے بڑے بھائی اور جبران کے ماموں سمیت یوتھ آف باجوڑ ریحان زیب نے پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہا کہ ضلع باجوڑ کی بدقسمتی ہے کہ یہاں کہ ضلعی ہسپتال میں کروڑوں روپے کے فنڈ زمنے کے باوجود کوئی سہولیات نہیں ہے۔

(روزنامہ آج)

خاتون کو فائرنگ کر کے قتل کر ڈالا

ٹوبہ ٹیک سنگھ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے چک نمبر 660 / 1 گ ب میں امداد حسین ولد نور احمد قوم چدھڑ نے پسٹل سے فائر کر کے صبا زوجہ عابد حسین کو ہلاک کر دیا۔ صبا کو قتل کرنے کے بعد قاتل نے خود کو بھی فائر مار کر زخمی کر لیا۔ حالت تشویشناک ہونے کی بنا پر اسے ڈی ایچ کیو ہسپتال ٹوبہ ریفر کر دیا گیا۔ پولیس کے مطابق امداد حسین کے پھوپھا زاد بھائی عابد حسین نے کچھ عرصہ قبل صبا نامی لڑکی سے شادی کی تھی جبکہ امداد بھی صبا کو پسند کرتا تھا۔ امداد حسین نے لڑکی سے پسند کی شادی نہ ہونے پر رنجیدہ ہو کر اسے گولی مار کر قتل کر دیا اور بعد ازاں اپنی جان لینے کی بھی کوشش کی۔ ایس ایچ او تھانہ پیر محل نے نعش قبضہ میں لے کر پوسٹمارٹم کے بعد ورثا کے حوالے کر دی اور وقوعے کا مقدمہ درج کر لیا۔

(اعجاز اقبال)

سیاسی کارکن کو ہلاک کر دیا گیا

ٹوبہ ٹیک سنگھ ٹوبہ ٹیک سنگھ گاوں کے 269 گ ب کے قریب نامعلوم افراد کی فائرنگ سے سے پی ٹی آئی کے سرگرم کارکن نوشیر چدھڑ جاں بحق ہو گئے۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ پولیس نے موقع پر پہنچ کر کارروائی کا آغاز کر دیا ٹوبہ ٹیک سنگھ سے ملنے والی ابتدائی معلومات کے مطابق نوشیر چدھڑ کو دیرینہ دشمنی کی بناء پر قتل کیا گیا ہے۔

(اعجاز اقبال)

’عزت‘ کے تصور نے ایک اور جان لے لی

ٹوبہ ٹیک سنگھ نواحی چک نمبر 271 گ ب کے رہائشی نوجوان تنویر کے اپنے ہمسائے کی لڑکی کے ساتھ مبینہ طور پر جنسی تعلقات استوار تھے جس پر لڑکی کے اہل خانہ نے کچھ عرصہ قبل اپنی لڑکی کو مبینہ طور پر قتل کر دیا تھا۔ 04 جولائی کو مذکورہ ملزموں نے اُسی رنجش کی بنا پر تنویر کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا اور اُس کی نعش مکئی کی فصل میں پھینک دی، اطلاع ملنے پر تھانہ رجانہ پولیس نے مقتول کی نعش ضروری قانونی کارروائی کیلئے ہسپتال منتقل کر دی۔

(اعجاز اقبال)

عوام بنیادی سہولتوں سے محروم

پیر محل اراکین اسمبلی کو عوامی مسائل سے کوئی دلچسپی نہیں جس کی وجہ سے عوام بنیادی سہولتوں سے محروم ہو گئے ہیں۔ شہر کی مصروف ترین شاہراہ جو کمالیہ روڈ کو ہاوسنگ کالونی قبرستان عدالتیں گرلز ڈگری کالج اور اقبال پارک کو ملاتے ہوئے مسجد بلاک اپر کالونی کچی کوٹھی اور لوئر کالونی کو ملاتی ہے اس سڑک پر سٹریٹ لائٹس نہ ہونے سے شام ہوتے ہی اندھیرا چھا جاتا ہے جس کی وجہ سے شہریوں کا سڑک پر سے گزرنا مشکل ہو جاتا ہے اور اکثر اوقات اندھیرے کی وجہ سے لوگ حادثات کا شکار ہو کر زخمی بھی ہوئے ہیں۔ اسی مصروف ترین سڑک پر شہر کی مرکزی جنازہ گاہ اور قبرستان بھی واقع ہے اور لوگوں کا کہنا ہے کہ سڑک پر اندھیرا ہونے کی وجہ سے مرحومین کی نماز جنازہ اور تدفین کے مراحل بھی لواحقین کیلئے چیلنج بن جاتے ہیں۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ بلدیہ پیر محل کو لاکھوں روپے ٹیکس کی مد میں ادا کرتے ہیں مگر بنیادی سہولتیں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اہل علاقہ نے ڈپٹی کمشنر ٹوبہ ٹیک سنگھ سے مطالبہ کیا ہے وہ فوری طور پر ایکشن لیتے ہوئے ہاوسنگ کالونی اقبال پارک روڈ پر اسٹریٹ لائٹس کا بندوبست کریں اور شہریوں کو اس اذیت سے بچایا جائیں۔

(نامہ نگار)

صاف پانی کی قلت کا مسئلہ

ٹوبہ ٹیک سنگھ میونسپل کمیٹی حکام کی مبینہ غفلت اور لاپروائی کے باعث شہر میں پینے کے صاف پانی کی قلت پیدا ہو گئی ہے۔ گورنمنٹ کالج برائے خواتین کے سامنے بھلیر روڈ پر نصب واٹر فلٹریشن پلانٹ سمیت دیگر فلٹریشن پلانٹس کی صفائی نہ ہونے کے باعث شہری مضر صحت پانی پینے پر مجبور ہیں۔ ذرائع کے مطابق ہیڈ تریموں سے پائپ لائن کے ذریعے ٹوبہ ٹیک سنگھ شہر کو فراہم کئے جانے والے صاف پانی کے منصوبے کی عدم دیکھ بھال کے باعث مذکورہ منصوبہ ناکام ہو رہا ہے۔ گزشتہ ڈیڑھ ماہ سے ہیڈ تریموں سے شہر کو پانی کی سپلائی نہیں ہو رہی جبکہ شہریوں کو واٹر ورکس سے سپلائی ہونے والا پانی بھی غلاظت ملا ہے کیونکہ جس ٹیکو راجباہ سے واٹر ورکس کو پانی سپلائی ہوتا ہے اس نہر کے ارد گرد بسنے والے لوگوں نے گھروں کے سیوریج کے پائپ نہر میں ڈال رکھے ہیں، سیوریج کا تمام پانی نہر میں گرتا ہے اور نہر کا پانی واٹر ورکس میں جاتا ہے، جہاں سے میونسپل کمیٹی شہریوں کو پینے اور عام استعمال کیلئے پانی سپلائی کرتی ہے۔ شہریوں کا کہنا ہے کہ متعلقہ حکام کی عدم توجہی اور مبینہ غفلت کے باعث شہری سیوریج ملا پانی پینے پر مجبور ہیں۔ انہوں نے ڈپٹی کمشنر آمنہ منیر سے مطالبہ کیا کہ شہریوں کو پینے کے صاف پانی کی فراہمی کیلئے فوری اقدامات کئے جائیں۔

(اعجاز اقبال)

عشرہ

خدا کو بیچانے والے لوگ
لو آ گئے وہ.. خدا کو بیچانے والے لوگ
ادھر قتال کا منتر جگانے والے لوگ
ادھر ہیں مردوں کی دعوت بلانے والے لوگ
دمادم عشق کا نعرہ چڑھانے والے لوگ
ہمیشہ.. عقل کو نیچا دکھانے والے لوگ
اسی سے.. بھاگ کے.. تاویلیں لانے والے لوگ
سب ایک دوجے پہ فتوے لگانے والے لوگ
سب اپنے نیزوں پہ چندہ اگانے والے لوگ
یہ چاہتے ہیں کہ بس کاروبار چلتا رہے
خدا.. حلال کمائی پہ.. پلتا پھلتا رہے۔

تحفظ بنیاد اسلام ایکٹ کے تناظر میں (ادریس بابر)

شوہر نے بیوی اور بیٹے کو ذبح کر دیا

بنوں 2 جولائی کو شوہر کی بیوی اور بیٹے کو قتل کر کے خودکشی کا رنگ دینے کی کوشش ناکام۔ پولیس نے مقتولہ کے بھائی کی رپورٹ پر اس کے شوہر اور کزن کو گرفتار کر لیا۔ مقتولہ کے شوہر اسرار خان ولد نور ولی خان نے کینٹ پولیس کو ابتدائی بیان میں بتایا کہ اس کی بیوی الفت بی بی نے مبینہ طور پر گھر کے کمرے میں اپنے 9 ماہ کے بچے محمد یوسف کو تیز دھار چھری سے ذبح کرنے کے بعد خود بھی اپنے گلے پر چھری پھیر کر خودکشی کر لی، مقتولہ کے بھائی نوید ولد اختر زمان ساکن وزیر کلہ خاچیگلان نے پولیس کو رپورٹ کی کہ مقتولہ کے شوہر نے چچازاد کے ساتھ ملکر بیوی اور نو ماہ کے شیر خوار بیٹے کو چھری سے ذبح کیا ہے جس پر پولیس نے اسرار ولد نور ولی خان اور اس کے کزن بلال ولد اقبال کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کر لیا، پولیس نے دونوں ملزمان کو گرفتار کر کے مزید تفتیش شروع کر دی ہے۔

(روزنامہ ایکسپریس)

مشکل وقت سامنے ہے

زاہدہ حنا

دنیا میں کورونا کی وبا کو آئے ہوئے چھ ماہ سے زیادہ کا وقت گزر چکا ہے۔ یہ وبا اس قدر اچانک نمودار ہوئی کہ لوگوں کو سنبھلنے اور سمجھنے کا موقع ہی نہیں مل سکا۔ عالمی ادارہ صحت بھی اس اچانک افتاد سے پریشان ہوگیا۔ چوں کہ یہ ایک نیا وائرس تھا لہٰذا اس ادارے کو بھی اپنی حکمت عملی تیار کرنے میں کچھ وقت لگا۔ تمام ملکوں نے اپنے حالات کے مطابق اس آفت سے نبرد آزما ہونے کی کوشش کی اور آج بھی کر رہے ہیں۔

وقت گزرنے کے بعد بعض معاملات بھی واضح ہوگئے۔ ایک یہ کہ اس وائرس کی نوعیت کیا ہے، یہ کس طرح لوگوں میں منتقل ہوتا ہے، اس کا کوئی علاج یا حفاظتی ٹیکہ موجود نہیں، کس عمر کے لوگ اس وائرس سے موت کا شکار ہو سکتے ہیں اور اس سے بچنے کے لیے کس طرح کی احتیاطی تدابیر اپنانی ضروری ہیں۔

چھ ماہ کے تجربے سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ اب سب کو معلوم ہو گیا ہے کہ اس مہلک وائرس سے بچنے کے لیے ماسک لگانا، سینی ٹائزر کا استعمال کرنا اور سماجی فاصلہ بنائے رکھنا لازمی ہے۔ ان اقدامات کے ذریعے اس ہلاکت خیز وائرس سے بچنا تقریباً ممکن ہوتا ہے، جس ملک پر بھی وائرس حملہ آور ہوا، اس نے کاروبار حیات بند کیا اور لاک ڈاؤن کے ذریعے اس کے پھیلاؤ کو روکنے کی حکمت عملی اختیار کی۔ جن ممالک نے اس پالیسی پر سختی سے عمل کیا وہاں یہ وائرس بڑی حد تک قابو میں آ گیا اور جہاں حکومتوں یا شہریوں نے احتیاطی تدابیر پر عمل نہیں کیا وہاں اس وائرس نے بڑی تباہی پھیلائی، یہ وبا چند ملکوں میں آج بھی ہزاروں لوگوں کی جانیں لے رہی ہے۔ ان ملکوں میں امریکا اور برازیل سرفہرست ہیں۔ انسانوں کی ایک خاص نفسیات ہوتی ہے۔ وہ زیادہ دیر تک جبر اور پابندی قبول کرنے پر آسانی سے آمادہ نہیں ہوتے۔ کورونا وائرس کے حوالے سے بھی یہی صورتحال دیکھنے میں آئی ہے۔ بہت سے ملکوں میں لوگوں نے ابتدا میں ضروری اور ناگزیر پابندیوں پر خاصی حد تک عمل درآمد کیا لیکن جب یہ سلسلہ دراز ہونے لگا تو ان کے اعصاب بھی جواب دینے لگے۔ ایک طرف عام شہری گھروں میں رہ کر اکتاہٹ اور دباؤ کا شکار ہو رہے تھے تو دوسری جانب حکومتوں کو کاروبار بند ہونے کی وجہ سے سخت معاشی دباؤ کا سامنا تھا۔ کاروبار بند ہونے سے لوگ بیروزگار ہو رہے تھے، جن ملکوں کی معیشتیں مضبوط تھیں انھوں نے اپنے شہریوں کی مالی امداد کی، چھوٹے کاروبار بند ہونے سے بھی آبادی کا بڑا حصہ متاثر ہوا حکومتوں کو انھیں بھی ریلیف پیکیج دینا پڑا۔ ہوابازی سمیت خدمات اور پیداوار کے کئی بڑے ادارے بھی بند ہونے لگے۔ ان تمام عوامل کے باعث حکومتوں کی آمدنی کافی کم ہوگئی اور معیشتوں کی شرح نمو نیچے گر گئی۔ یہ اتنا بڑا دباؤ تھا کہ حکومتیں بھی زیادہ عرصے تک کاروبار بند رکھنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتی تھیں کیونکہ ایسا کرنے کی صورت میں خود ان کے اپنے دیوالیہ ہونے کا خطرہ لاحق ہوگیا تھا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ حکومتیں لاک ڈاؤن ختم کر کے رفتہ رفتہ کاروبار کھول رہی ہیں اور ان کے ساتھ عوام بھی طویل اور ''اختیاری نظر بندی'' سے تنگ آ کر باہر نکل آئے ہیں۔ دنیا کے بہت سے ملکوں میں لاک ڈاؤن ختم کرانے کے لیے بڑے بڑے مظاہرے ہو رہے ہیں اور لوگ ماسک پہننے اور سماجی فاصلہ رکھنے سے بھی انکار کر رہے ہیں۔ امریکا اور یورپ کے بعض ممالک میں ایسے مناظر کافی عام ہیں۔

دنیا کی حکومتیں اور عوام دونوں اس حقیقت کو تسلیم کر کے آگے بڑھنا چاہتے ہیں کہ جب تک اس وائرس کی کوئی دوا اور ویکسین ایجاد نہیں ہو جاتی اس وقت تک اس بیماری سے بچنے کی کوئی ضمانت نہیں، لہٰذا غیر معینہ مدت تک گھروں میں نظر بند رہنا اور کاروبار کو بند رکھنا عملاً ممکن نہیں ہے۔ کسی ویکسین کے آنے اور بڑے پیمانے پر عام لوگوں تک اس کی رسائی ہونے میں کم از کم ایک سال کا عرصہ لگ سکتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ کورونا وائرس سے بچا جائے اور زندگی میں واپس بھی آیا جائے۔ امریکا کے صدر ڈونلڈ ٹرمپ کا کہنا ہے کہ 3 ہفتوں کے اندر ہماری معیشت کو معمول پر آ جانا چاہیے ورنہ اس کے بڑے نقصانات ہوں گے۔

البتہ اب وہ یہ بات تسلیم کر رہے ہیں کہ جب معمول کی زندگی بحال ہونے لگے تو لوگ سماجی فاصلہ برقرار رکھیں اور ماسک کا استعمال بھی کریں۔ اس سے قبل صدر ٹرمپ کا رویہ مختلف تھا۔ وہ خود بھی ماسک پہننے سے گریز کرتے تھے اور اب بھی نہیں پہنتے ہیں۔ امریکا کی طرح برازیل کے صدر نے بھی کہا ہے کہ احتیاطی اقدامات کے ساتھ کاروبار بحال کرنا ہوگا ورنہ بہت بڑے پیمانے پر بیروزگاری پھیل جائے گی۔ برازیل کے صدر بھی پہلے کورونا وائرس کا جی بھر کے مذاق اڑایا کرتے تھے۔ شروع میں انھوں نے وبا کو نظر انداز کیا، اب برازیل، امریکا کے بعد دوسرا سب سے متاثرہ ملک ہے، جانیں بھی گئیں اور معیشت بھی برباد ہوئی، جب کوئی راستہ باقی نہیں بچا تو برازیل کو بھی تاخیر سے لگائی جانے والی پابندیاں ختم کرنی پڑ رہی ہیں۔

اب امریکا اور برازیل ایک ہی کشتی میں سوار ہیں، عوام پابندیاں قبول کرنے پر آمادہ نہیں اور دونوں ملکوں کی حکومتیں زیادہ نقصان اٹھانے کی سکت نہیں رکھتیں۔ اب یہی ہوگا کہ کورونا وائرس اپنے حملے جاری رکھے گا، لوگ بیمار پڑیں گے، 80 فیصد سے زیادہ صحت یاب ہو جائیں گے اور 5 سے 6 فیصد مریض ہلاک ہو جائیں گے۔ یہ سب ہوتا رہے گا اور اس کے ساتھ بازار اور کاروبار بھی کھلے رہیں گے، لوگ کام پر جائیں گے، بازاروں میں گھومیں گے اور ساحلوں پر نہائیں گے۔

گویا صورت یہ بن رہی ہے کہ کورونا اور کاروبار زندگی دونوں ساتھ ساتھ چلیں گے۔ کون کس پر حاوی آتا ہے یہ تو وقت ہی بتائے گا۔ بہرحال زیادہ سے زیادہ ایک سے ڈیڑھ سال کا بحران باقی رہ گیا ہے۔ جب بہت سے ملکوں کی طرف سے ایجاد کردہ حفاظتی ادویات سامنے آ جائیں گی تو حالات بھی معمول پر آ جائیں گے اور کورونا کو بالآخر شکست کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ حکومتوں اور شہریوں دونوں کو چاہیے کہ وہ اس مشکل وقت کو انتہائی دانش مندی، صبر اور استقامت کے ساتھ گزاریں۔ حکومتیں اپنے لوگوں کو حالات کے رحم و کرم پر نہ چھوڑیں، جس علاقے میں کورونا کے پھیلاؤ میں تیزی آئے اسے بند کر دیا جائے اور اسپتال، آکسیجن اور وینٹی لیٹرز کی بروقت دستیابی یقینی بنائی جائے۔ اسی طرح عام شہریوں کو بھی یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ وائرس اپنی شدت کھو چکا لیکن موجود ہے لہٰذا جو بھی بد احتیاطی اور غیر ذمے داری کا مظاہرہ کرے گا، نہ صرف اسے خود بلکہ اس کے پورے خاندان کو بھی ناقابل تلافی جانی اور مالی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔

پوری دنیا کے لیے آنے والے دن بہت مشکل ثابت ہونے والے ہیں۔ دنیا کے زیادہ تر ملک جس معاشی بحران کی لپیٹ میں آنے والے ہیں۔ اس کے آثار ابھی سے نمودار ہونے لگے ہیں۔ اس عالمی وبا کی وجہ سے عالمی معیشت کافی سکڑ گئی ہے، ہر ملک میں لوگوں کی قوت خرید کم ہوئی ہے، بیروزگار لوگوں کی تعداد میں خطرناک حد تک اضافہ ہو چکا ہے، صرف پاکستان میں ایک کروڑ سے زیادہ لوگ خط افلاس سے نیچے جا چکے ہیں۔

منڈی میں طلب کم ہوگی تو نہ کارخانے چلیں گے اور نہ دکانوں میں پہلے کی طرح کاروبار ہوگا۔ اس سے حکومتوں کی آمدنی میں کمی واقع ہوگی اور وہ براہ راست اور بالواسطہ ٹیکس لگا کر لوگوں کی جیبوں سے پیسہ نکالنے کی کوشش کریں گی، جس سے مہنگائی میں اضافہ ہوگا اور عام صارف کی قوت خرید مزید کم ہو جائے گی۔

عالمی سطح پر منڈیوں کے حصول کے لیے معاشی طور پر ترقی یافتہ ملک ایک دوسرے سے نبرد آزما ہونے لگیں گے اور عالمی و علاقائی کشیدگی میں اضافہ ہوگا۔ امریکا، چین، ہندوستان کے درمیان اس نوعیت کی صورتحال تقریباً پیدا ہو چکی ہے۔ جو ملک معاشی بحران کا زیادہ شکار ہوں گے وہاں سیاسی عدم استحکام کا پیدا ہونا ناگزیر ہوگا۔ جب روزگار اور کاروبار کے وسائل اور مواقع محدود ہو جائیں گے تو ہر فرد اور گروہ کی یہی کوشش ہوگی کہ اس کے حصے میں کوئی کمی یا کٹوتی نہ ہو اور یہی مسئلہ سیاسی اور سماجی سطح پر کشیدگی اور محاذ آرائی کی بنیادی وجہ بنے گا۔ (جاری ہے)

(بشکریہ روزنامہ ایکسپریس)

لڑکی کو تعلیم دینا قوم کو تعلیم دینے کے مترادف ہے

محمد آصف نور

تمام افراد کے لیے عالمگیر، جامع، مساوی اور شمولیتی تعلیم پائیدار ترقی کا ایک انتہائی اہم ہدف ہے۔ اس چیز پر نا قابل تردید اتفاق رائے ہے کہ عالمی وقومی سطح پر تمام افراد کو مساوی و معیاری تعلیم اور استعداد سازی کے مواقع کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔ تعلیم ایک بنیادی انسانی حق ہے اور اسے کسی بھی قوم کی پائیدار نمو اور ترقی سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ دنیا بھر میں اس بات کو یقینی بنانے کی اجتماعی کوششیں کی جا رہی ہیں کہ 2030 تک دنیا کی تمام لڑکیاں اور لڑکے مفت، مساوی اور معیاری پرائمری و سیکنڈری تعلیم حاصل کر لیں جس سے بلاشبہ ضروری اور مؤثر لرننگ آؤٹ کم کی راہ ہموار ہوگی۔ اگر کوئی بھی ملک یہ ہدف حاصل کرنا چاہتا ہے تو ضروری ہے کہ وہاں لڑکیوں کی تعلیم کے فروغ کے لیے تمام فریقین اجتماعی جدوجہد کریں۔ نوعمر لڑکی کو تعلیم دینا ایک خاندان کو تعلیم دینے کے مترادف ہے۔ کوئی قوم صرف تعلیم کے ذریعے ہی معیار زندگی اور عورتوں کی خود مختاری کو فروغ دے سکتی ہے اور دنیا میں انتہاپسندی، غربت، موسمیاتی تبدیلی اور عدم مساوات کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ پاکستان کی اپنی منفرد مشکلات ہیں اور بدقسمتی سے اس کا شمار ان ممالک میں ہوتا ہے جو مؤثر اور معیاری تعلیم کے لحاظ سے بدترین حالات کا شکار ہیں۔ پاکستان کے آئین کا آرٹیکل 25-الف تمام افراد کو تعلیم تک رسائی کے حق کی ضمانت دیتا ہے۔ آئینی دفعات کے باوجود، تقریباً اڑھائی کروڑ بچے اب بھی سکول نہیں جاتے جن میں سے 55 فیصد لڑکیاں ہیں۔

پاکستان میں ایسی مشکلات کی کئی پرتیں ہیں جو کسی بھی لڑکی کے مفت و لازمی تعلیم کے حق سے مستفید ہونے کی صلاحیت اور موقع پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر ایسی کمیونٹیوں میں والدین کے سماجی و ثقافتی رویے ہیں جہاں لڑکیوں کے ساتھ امتیاز برتا جاتا ہے، اور مضبوط پدرسری نظام میں ان کی تعلیم کو قابل قدر نہیں سمجھا جاتا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم کو قابل ترجیح نہیں سمجھا جاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ، تعلیم کا مجموعی ڈھانچہ کئی لحاظ سے صنفی تعصب پر مبنی ہے اور اسے سرایت پزیر دقیانوسی خیالات، سماجی رسوم و رواجات کی حمایت حاصل ہے جس کے باعث لڑکیوں کے خلاف امتیاز کو مزید تقویت ملتی ہے۔

دوسرا مسئلہ تعلیمی اخراجات کا ہے۔ نا کافی سرکاری تعلیمی بجٹ، شفافیت اور جوابدہی کا فقدان بھی تعلیم اور شرح خواندگی میں کمی کا سبب ہے۔ یونیسکو نے سفارش کی تھی کہ قومی بجٹ کا کم از کم 20 فیصد (اور۔یا جی ڈی پی کا چھ فیصد) تعلیم پر خرچ کیا جائے۔ مجموعی طور پر، کم آمدنی والے ملکوں میں ریاستی آمدنی کا صرف 17 فیصد (یا جی ڈی پی کا 3.7 فیصد) خرچ ہوتا ہے۔ پاکستان میں یہ ایک بڑا مسئلہ ہے کیونکہ تعلیم پر سرکاری خرچ جی ڈی پی کے 2.5 فیصد سے کم ہے جو کہ جی ڈی پی کے 7 فیصد جس کا قومی تعلیمی پالیسی میں عہد کیا گیا تھا، سے کم ہے۔ مزید یہ کہ صنفی تفاوت منصوبہ بندی اور بجٹ سازی میں بھی نظر آتی ہے۔ مناسب وسائل کی تخصیص میں ناکامی سے سرکاری تعلیم پر لوگوں کا اعتماد اٹھتا جا رہا ہے جس کے باعث تعلیم کی نجکاری کے لیے دباؤ بڑھ رہا ہے۔ نجی تعلیم مہنگی اور لوگوں کی استطاعت سے باہر ہے اور یہ معاشرے میں ناہمواریوں کو جنم دیتی ہے

مشکلات کی ان مختلف انواع سے نبٹنے کے لیے کئی ملکی و عالمی تنظیمیں کام کر رہی ہیں جو مؤثر تعلیمی پالیساں وضع کرنے کے حوالے سے حکومت کو سفارشات پیش کرتی اور اس کی مدد کرتی ہیں۔ ان میں سے ایک معروف تنظیم ہیومن ڈویلپمنٹ فاؤنڈیشن (ایچ ڈی ایف) ہے جو علم کی غربت پر کام کر رہی ہے۔ ایچ ڈی ایف تمام افراد کے لیے مساوی و معیاری تعلیم کے لیے کوشاں ہے تاکہ تمام بچے خاص کر لڑکیاں اپنی تمام صلاحیتوں کا ادراک کر سکیں۔ ایچ ڈی ایف مقامی اقدار اور ثقافت کو مدنظر رکھتے ہوئے صنفی مساوات اور کمیونٹی کی شمولیت کے لیے سرگرم عمل ہے۔ والدین-اساتذہ ایسوسی ایشن (پی ٹی ایز) کمیونٹی کی شمولیت کی حوصلہ افزائی کرتی ہے اور والدین کو اپنے بچوں کی تعلیم کے عمل میں شریک کرتی ہے۔

گذشتہ چند برسوں میں آکسفیم نے ایچ ڈی ایف کے تعاون سے سول سوسائٹی کی دیگر تنظیموں کے ساتھ مل کر لڑکیوں کی تعلیم کے حق میں ایک اجتماعی مہم چلائی ہے، پالیسی سازی اور اس کے نفاذ، دونوں سطحوں پر۔ اس اجتماعی سوچ کی بنیاد اتحاد سازی، مہم سازی، اور شہادت اکٹھا کرنے پر ہے تاکہ وسائل کی بہتر اور مساوی تقسیم کے لیے جدوجہد کی جا سکے۔

ایچ ڈی ایف نے حالیہ برسوں میں شہریوں کو عملی سرگرمیوں کا حصہ بنانے کے لیے نہ صرف آکسفیم اور دیگر ساتھی تنظیموں کی مدد کی ہے بلکہ لڑکیوں کی تعلیم کی حالت میں بھی بہتری لائی ہے۔ مطلوبہ آواز اور جوابدہی کو مضبوط بنانے اور والدین اور دیگر فریقین کو اپنی بچیوں کو سکول بھیجنے پر آمادہ کرنے اور لڑکیوں کی تعلیم کے لیے مزید وسائل دینے کے لیے اداروں کو قائل کرنے کے عمل میں مدد کی گئی۔ اسی طرح، یہ کوشش بھی کی گئی کہ بجٹ سازی کرتے وقت صنف کے عنصر کو مدنظر رکھا جائے اور تعلیمی نظام کے اندر منصوبہ بندی سیاسی قوت ارادی کے ذریعے ہو اور اس مقصد کے لیے پنجاب اور سندھ میں دو تعلیمی کوکس قائم کیے گئے۔ لڑکیوں کی تعلیم کے لیے سیاسی قوت ارادی پیدا کرنے اور پالیسی سازی کے اداروں میں بحث تیز کرنے کے لیے پالیسی پیپرز تیار کیے جاتے ہیں۔

ایچ ڈی ایف-آکسفیم کے تجربے اور سرگرمیوں کی بنیاد پر، اس بات کے بلاشبہ خاطر خواہ شواہد موجود ہیں کہ تعلیم کے بحران پر قابو پانے کے کئی متبادل طریقے موجود ہیں، خاص کر پاکستان جیسے ملک میں جو انسانی ترقی کے لحاظ سے نچلے درجے میں شمار کیا جاتا ہے۔ چند اہم اقدامات میں ملکی وسائل کے بہتر انصرام کے ذریعے تعلیمی سرمائے میں اضافہ کرنا، بہتر تعلیمی منصوبہ بندی اور بجٹ کی تخصیص، بالخصوص صنف کے لحاظ سے حساس بجٹ کی تخصیص اور رجعت پسندانہ ٹیکس کی بجائے ٹیکس کا ترقی پسندانہ غریب حامی نظام شامل ہیں۔

تمام سطحوں پر جدید منصوبے اور شمولیت کی بدولت ان حکمت عملیوں کے ذریعے لڑکیوں کی تعلیم تک رسائی میں اضافہ کرنے میں مدد ملے گی جو طلباء، والدین، کمیونٹی کے اراکین کی استعداد میں اضافہ کرتی ہیں، تاکہ حکومتی عہدے داروں کو ترغیب دی جا سکے کہ وہ اپنی معیاری تعلیم کی فراہمی کی ذمہ داری کو پورا کریں۔ ان اقدامات کے علاوہ، اسکولوں میں سہولیات کو بہتر بنانے اور اسکولوں میں داخلے کی شرح کو بڑھانے کی بھی اشد ضرورت ہے۔ اس حوالے سے ایک اقدام یہ ہو سکتا ہے کہ ان طلباء کو وظائف دیے جائیں جو تعلیم کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے۔ آکسفیم جیسی بین الاقوامی تنظیمیں اس ماڈل کا تجربہ کر چکی ہیں جس سے نہ صرف اسکولوں میں داخلے کی شرح میں اضافہ ہوا ہے بلکہ اسکول چھوڑنے کا تناسب بھی کم ہوا ہے۔ وظیفے اور اس سے جڑے فوائد کی بدولت طلباء کے والدین کے رویوں میں بھی تبدیلی آئی ہے اور وہ تعلیم کو پہلے سے زیادہ اہمیت دینے لگے ہیں۔ چونکہ خاندانی معاملات میں ہر اقدام اور فیصلے کا تعلق معاشیات سے ہوتا ہے، اس لیے تعلیم کا تعلق بھی ہنر میں اضافے کے پروگرام سے جوڑنا ہوگا۔ اس سے نہ صرف معاشی مواقع میں اضافہ ہوگا بلکہ اس سے خواتین بھی اس قابل ہو سکیں گی کہ وہ گھریلو اخراجات کا انصرام کر سکیں اور اس میں اپنا حصہ ڈال سکیں۔ اس سے خواتین گھریلو معاملات میں اپنے رائے دینے کے بھی قابل ہو سکیں گی، اور یوں وہ اپنی بیٹیوں کو اس بات کا اختیار دے سکیں گی اور ان کی حمایت کر سکیں گی کہ وہ اپنی تعلیم جاری رکھیں۔ اس سے خاندانوں میں استحکام اور خوشحالی آئے گی۔ اگر ان خواتین کو اپنی آمدن کے مواقع میں اضافہ کرنے والی سرگرمیوں کے حوالے سے مالی اداروں اور مقامی منڈی کے کرداروں سے منسلک کیا جائے تو وہ اپنے ہنر، مصنوعات اور خدمات کے ذریعے ملک کی مجموعی معاشی بہبود میں بہت بڑا کردار ادا کر سکتی ہیں۔

پاکستان میں مقامی سطح پر لڑکیوں کی تعلیم کو درپیش مختلف قسم کی مشکلات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے، اور حکومت کی بین الاقوامی تنظیموں کے ساتھ شراکت داری اور مقامی حکومت کے ساتھ گہرے روابط اس مسئلے کے حل کی کنجی ہیں۔ بااختیار خواتین تعلیم کی داعی اور ممکنہ طور پر مستقبل کی قائد بن جاتی ہیں۔ اپنے حقوق سے آگاہی حاصل کر کے، وہ اپنی اجتماعی زندگیوں کے مستقبل کی راہ متعین کر سکتی ہیں۔ تعلیم کے لوازمات جن میں دستیابی، رسائی، قبولیت اور موافقت شامل ہیں، صرف اس وقت حاصل ہو سکتے ہیں جب مقامی، ضلعی، قومی اور بین الاقوامی شراکت دار آپس میں اشتراک کریں اور تمام سطحوں پر جوابدہی کا مضبوط نظام موجود ہو۔ رجائیت اور عاجزانہ اقدامات اور ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اشتراک کی بدولت معاشرے کی ذہنیت تبدیل کرنے اور کمیونٹی اور ادارتی سطح پر صنفی عدم مساوات کے حوالے سے دائمی ترقی دیکھنے کو ملے گی۔

(مصنف ادارہ برائے امن وسفارتی علوم کے ڈائریکٹر ہیں۔)

اب پنجاب میں کوئی کتاب چھاپ کر دکھائے

وسعت اللہ خان

جوں جوں پاکستان کے نظریاتی تشخص کے تحفظ کے لیے ایک پر ایک قانون کی تہہ چڑھائی جا رہی ہے توں توں نظریاتی شناخت محفوظ ہونے کے بجائے مزید عدم تحفظ کا شکار نظر آ رہی ہے۔

مثلاً اسلامی جمہوریہ پاکستان کی نظریاتی بنیاد کو برقرار رکھنے کے لیے 1949 میں منظور کردہ قراردادِ مقاصد 1973 کے آئین کے دیباچے کا حصہ ہے۔

اس آئین کے تحت کوئی بھی قانون سازی قرآن و سنت کے منافی نہ ہو اسے پرکھنے کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل موجود ہے۔ احمدیوں کو آئین کے تحت 46 برس پہلے غیر مسلم اقلیت قرار دیا جا چکا ہے اور انھیں اضافی قوانین کے تحت شعائرِ اسلامی کے کھلم کھلا استعمال سے قانوناً منع کیا جا چکا ہے۔

توہینِ مذہب کے قانون 295 سی کے تحت توہینِ رسالت و توہینِ قرآن کی سزا موت ہے اور دیگر مقدس ہستیوں کی توہین پر بھی بھاری سزا مقرر ہے۔ پارلیمانی اور آئینی عہدوں کے حلف کی عبارت میں یہ عہد بھی شامل ہے کہ میں ختمِ نبوت پر کامل یقین رکھتا ہوں۔

کسی بھی مسلمان شہری کا شناختی کارڈ ختمِ نبوت پر کامل یقین کے حلف نامے پر دستخط کے بغیر نہیں بن سکتا۔

اس کے باوجود ہر وقت دل و دماغ کو دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں یہ ادارے، قوانین اور سزائیں ناکافی تو نہیں۔ کہیں انھیں اور مضبوط بنانے کی ضرورت تو نہیں۔

اسی مسلسل خدشے کے ہوتے گذشتہ جمعرات (23 جولائی) کو ملک کے سب سے بڑے صوبے کی اسمبلی نے متفقہ طور پر پنجاب تحفظ بنیادِ اسلام ایکٹ منظور کر لیا۔ اس کے تحت انبیا، صحابہ اور اہلِ بیت سمیت مقدس ہستیوں کے ناموں کے ساتھ متبرک القابات لگانے لازمی قرار دیے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بل کی ان سفارشات پر کسی مسلمان کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔

مگر اس بل کے پردے میں اصل کام کچھ اور ہوا ہے۔ وہ یہ کہ پنجاب کے ڈائریکٹر جنرل پبلک ریلیشنز کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ کسی بھی ایسی کتاب کو شائع یا صوبے میں درآمد کرنے سے منع کر سکتا ہے جس میں قومی مفاد، ثقافت، مذہبی اقدار و فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لیے مضر مواد ہو۔

(قومی مفاد، ثقافت، مذہبی اقدار، فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی تشریح کیا ہے؟ اس کا حتمی دارومدار بھی غالباً ڈی جی پی آر کی ذاتی فہم و قابلیت پر ہوگا۔)

متعلقہ افسر کسی بھی وقت کسی بھی چھاپہ خانہ، اشاعتی مرکز، بک سٹور پر جا کر مقررہ معیار پر پوری نہ اترنے والی کسی بھی کتاب کے مسودے یا کاپی کو شائع ہونے سے پہلے یا بعد میں ضبط کر سکتا ہے۔ جو بھی کتاب شائع ہوگی۔ اسی روز اس کی چار کاپیاں مجاز افسر کو بھیجنا ہوں گی۔

مذہب سے متعلق جو بھی کتابی مواد ڈی جی پی آر کے سامنے آئے گا وہ مواد ڈی جی پی آر متحدہ علما بورڈ کو پیش کرنے کا پابند ہوگا اور یہ بورڈ ہی اسے شائع کرنے نہ کرنے کے بارے میں حتمی رائے دے گا۔

اس آرڈیننس میں کہیں بھی آئین کے آرٹیکل دس اے کا حوالہ نہیں دیا گیا جس کے تحت ہر شہری کا بنیادی حق ہے کہ وہ خود پر عائد الزام یا فردِ جرم کے خلاف اپنا دفاع کر سکے یعنی اس قانون کے تحت ایک بیوروکریٹ مستغیث بھی ہے، جج اور جلاد بھی۔

اس آرڈیننس کی منظوری سے دو دن پہلے خبر آئی کہ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ نے تعلیمی اداروں کے لیے سفارش کردہ سو سے زائد کتابوں کو اسلامی اقدار، ثقافت اور نظریہ پاکستان سے متصادم مواد کی بنیاد پر ضبط کرنے کا اعلان کر دیا۔

مجھے نہیں معلوم کہ جن ارکانِ اسمبلی نے صرف تحفظِ بنیادِ اسلام ایکٹ کا ٹائٹل دیکھ کر ہاتھ کھڑے کر دیے انھوں نے اس مسودے کو دھیان سے بھی پڑھا یا نہیں۔ البتہ اس مسودے کی ظاہری شکل کے پیچھے پوشیدہ ممکنہ مقاصد دیکھ کر مجھے 1984 کا ضیا الحق ریفرنڈم یاد آ گیا جس کا مقصد ضیا الحق کو مزید پانچ برس کے لیے صدر بنوانا تھا۔

اگر سیدھا سیدھا پوچھا جاتا کہ کیا آپ موجودہ صدرِ مملکت کی کارکردگی دیکھتے ہوئے اگلے پانچ برس کے لیے بطور صدر ان کی تائید کرتے ہیں تو شاید بہت سے لوگ پولنگ اسٹیشن ہی نہ جاتے۔

چنانچہ اصل مدعے کو چھپانے کے لیے جو سوالیہ جلیبی بنائی گئی وہ کچھ یوں تھی۔

’صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیا الحق نے نظریہ پاکستان کے تحفظ اور قوانین کو قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے جو اقدامات کیے ہیں کیا آپ ان کے تسلسل کے حامی ہیں اور کیا آپ چاہتے ہیں کہ اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کو منتقل کرنے کا عمل جاری رہے۔ اگر آپ کا جواب ہاں میں ہے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ 1990 تک اگلے پانچ برس کے لیے جنرل محمد ضیا الحق کو صدرِ مملکت کے عہدے پر فائز رکھنا چاہتے ہیں۔‘

پنجاب تحفظ بنیادِ اسلام ایکٹ کے ایک حصے میں مقدس ہستیوں کے تقدس اور القابات کی وضاحت کی گئی۔ مگر دوسرے حصے میں مستقبل میں شائع یا درآمد کی جانے والی تمام کتابوں کو نظریاتی چھان پھٹک کی زنجیر سے باندھ کر پڑھائی

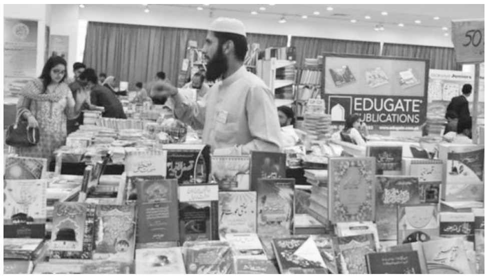

(f) any material, printed or graphic that defames, criticizes, brings into ridicule or disrepute Allah (اللہ سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالٰی), the Last Prophet (Khatam-an-Nabiyyin خاتم النبیین) (آخری نبی) Muhammad حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم, or any of the Prophets (انبیاء کرام علیہم السلام), Angels (فرشتے), Holy Quran (قرآن مجید), Zaboor (زبور), Torah (تورات), Anjeel (Bible) (انجیل), Deen-e-Islam (دین اسلام), any of the Ummahat-ul-Momineen (امہات المومنین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین), any of the four Khulfa-e-Rashideen (خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین), any of the four blessed daughters and any of the three blessed sons (رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین) of the Last Prophet Muhammad حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم, any of the Ahl-e-Bait (اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین), any of the blessed grand sons and grand daughters of the Last Prophet (Khatam-an-Nabiyyin خاتم النبیین) (آخری نبی) Muhammad حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم and any of the As'haab-e-Rasul (اصحاب رسول رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین).

لکھائی تحقیق کے دائرے کو اور محدود کرنے اور ریاستی تشریح سے مختلف آرا کے اظہار کو اطلاقی جرم قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

اگر اس ایکٹ پر ہو بہو عمل ہوتا ہے تو پھر علما بورڈ کی منظور شدہ مذہبی کتابوں کے علاوہ کوئی بھی کتاب شائع یا درآمد کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ سائنس، تاریخ، فلسفے، جغرافیے، حالاتِ حاضرہ، ادبیات وغیرہ کو بھول جائیں۔

کیونکہ غالب و اقبال کی شاعری سمیت ہر کتاب میں کچھ نہ کچھ ایسا ضرور نکل آئے گا جو قومی سلامتی، ثقافتی و مذہبی اقدار و فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے منافی ہو۔

اسلامی یا مسلم تاریخ سے متعلق بیرونِ پاکستان شائع ہونے والی کوئی بھی کتاب درآمد نہیں ہو سکے گی۔ کیونکہ ان میں سے کوئی بھی کتاب مقدس ہستیوں کے ساتھ لگائے جانے والے القابات سے متعلق بنیادِ اسلام ایکٹ کے معیار پر پوری نہیں اترے گی۔

اب صورت یہ ہے کہ اس ایکٹ کی منظوری کے بعد پاکستان کے دیگر صوبوں کے مصنف اور ناشر کیا کریں گے؟

کیا وہ ہر کتاب کا پنجاب ایڈیشن علیحدہ سے شائع کریں گے یا پھر ابنِ انشا کی ’اردو کی آخری کتاب‘ کی طرح سرورق پر موٹا موٹا لکھیں گے ’پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ سے نامنظور شدہ‘۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ دیگر مسلمان ممالک ان قوانین کے بغیر کیسے زندہ ہیں جن کے بغیر ہم سانس لینے کا بھی تصور نہیں کر سکتے۔ یا تو وہ ہماری طرح اچھے مسلمان نہیں یا پھر انھیں اس سے بھی زیادہ اہم مسائل درپیش ہیں۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

ہونہار طالبہ سے بھکاری تک: ''نفرت کبھی ختم نہ ہوئی''......ایک خواجہ سراء عورت کے طور پر نوشی کا سفر

فیضان احمد

" آپ اپنا مشغلہ تبدیل کر سکتے ہیں مگر آپ اپنی فطرت نہیں بدل سکتے۔ اگر کوئی آپ کو زنانہ لباس پہننے کے بدلے دس ہزار روپے کی پیشکش کرے تو شاید آپ وہ لباس نہ پہنیں۔ مگر وہی لباس میری دوسری فطرت ہے۔ میں یہ ہر روز پہنتی اور اسے پسند کرتی ہوں۔ اس سے بطور انسان میری عزت میں کوئی کمی نہیں آتی، کیا آتی ہے؟"

ایک 45 سالہ خواجہ سراء عورت سالہ نوشی جو پہلے فرخ نعیم کے نام سے جانی جاتی تھیں، کے ساتھ میری گفتگو کا آغاز کچھ اس طرح سے ہوا۔

1970 کی دہائی میں شاہدرہ ٹاؤن لاہور میں پلنے بڑھنے والی نوشی اپنی جماعت میں ایک لائق طالبعلم کے طور پر مشہور تھیں۔ "اسکول میں میں ایک ہونہار طالبہ تھی، دیگر ہم جماعتوں سے ہمیشہ آگے رہتی تھی اور بہت اچھے گریڈ لیتی تھی۔ میٹرک میں، میں نے سائنس کا مضمون پڑھنے کا فیصلہ کیا اور 80 فیصد نمبر لے کر جماعت میں اور اپنے ٹاؤن میں پہلی پوزیشن لی۔

نوشی نے بتایا کہ ان دنوں ٹیوشن کا کوئی تصور نہیں تھا، یہاں تک کہ حساب کے فارمولوں کو بھی وضاحت کے ساتھ پیش نہیں کیا جاتا تھا۔ اگر کسی طالبعلم کا کوئی سوال ہوتا تھا تو اسے خود ہی اس کا جواب ڈھونڈنا ہوتا تھا، اور اسے اس کام میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی تھی۔

میٹرک کے بعد، انہوں نے میو ہسپتال لاہور سے میڈیکل ڈسپنسر کا ڈپلومہ لینے کے لیے تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہ انہی دنوں کی بات ہے جب نوشی نے اپنے والدین کو بتایا کہ وہ کبھی بھی مرد نہیں تھی اور اس نے اپنی شناخت ایک خواجہ سراء عورت کے طور پر کروائی۔ وہی موقع تھا جب دنیا نوشی کے لیے تبدیل ہوئی۔

" میرے والدین نے میری اصلی شناخت قبول نہ اور انہوں نے مجھ پر دباؤ ڈالنا اور پیٹنا شروع کر دیا کہ میں خاموش رہوں۔ میں جانتی تھی کہ میں مختلف ہوں مگر میری مدد کرنے کے لیے کوئی بھی نہیں تھا۔ میرے باپ نے مجھے پڑھائی جاری رکھنے اور یہاں تک کہ میرے دوستوں سے ملنے جلنے سے منع کر دیا۔ مجھے گھر پر رہنے پر مجبور کیا گیا اور یہاں تک کہ ٹی وی دیکھنے پر بھی پابندی لگ گئی۔ ان دنوں کی داستان سنانے کے لیے کئی راتیں چاہییں۔ زندگی کٹھن تھی اور سب سے بری چیز یہ تھی کہ میرا اپنا خاندان اسے کٹھن بنا رہا تھا۔" نوشی نے گزرے دنوں کو یاد کرتے ہوئے کہا، "اسے بدلنے کی ضرورت ہے۔"

خودکشی کی ناکام کوشش کے بعد، نوشی نے اپنا گھر چھوڑنے اور ایسی جگہ تلاش کرنے کا فیصلہ کیا جہاں وہ اس حیثیت سے قبول کی جائے جو وہ ہے۔ "وہاں دوسرے لوگ میری اصلی شناخت کی حیثیت سے کم ازکم میری عزت تو کرتے ہیں۔ وہاں ایک زندگی اور ایک کمیونٹی تھی جس کا میں حصہ تھی۔ مختصراً، خواجہ سراء کمیونٹی کا حصہ بننے کے بعد، زندگی میں پہلی دفعہ مجھے اپنے انسان ہونے پر خوشی محسوس ہوئی۔ وزن جسے میں برسوں سے اٹھا رہی تھی بالآخر اتر گیا۔

میں نے نئے دوست بنائے، مگر مجھے اپنے خاندان کی کمی ہمیشہ محسوس ہوتی رہی۔ مجھ سے میرا خاندان اور میرا بچپن چھن گیا تھا۔ بڑا مسئلہ جو مجھے نئی جگہ پر پیش آیا وہ یہ تھا کہ میں اپنی تعلیم جاری نہ رکھ سکی۔ اس کی وجہ پیسے نہیں تھے مگر یہ تھی کہ میرے والد نے مجھے میری سابقہ اسناد اور دستاویزات دینے سے انکار کر دیا تھا۔"

نوشی کی تبدیلی کا سفر بالکل ہموار تھا اور اس نے آٹھ برس لیے۔ اب جبکہ یہ سفر مکمل ہو چکا ہے، اس نے بتایا کہ اسے کسی قسم کا کوئی پچھتاوا نہیں اور اس نے کبھی بھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا کم ازکم اس وقت تک جب اسے پتہ چلا کہ اس کی والدہ ادھرنگ (نچلے دھڑ کا فالج) کی مریضہ بتائی گئی ہیں۔

" میرے گھر کا کوئی فرد میری ماں کے ساتھ نہیں تھا۔ میں اپنے گھر چلی گئی اور والدہ کی دیکھ بھال شروع کر دی۔ میری تمام بہنیں اور بھائی شادی شدہ تھے اور اس وقت صرف میں ہی تھی جو والدہ کا خیال رکھ رہی تھی۔ میں نے ان کے میلے کپڑے دھوئے، انہیں ریسٹ روم تک لے جاتی تھی، اور آدھی رات کو جاگتی تھی جب وہ پینے کے لیے پانی مانگنے کے قابل نہیں تھیں،" نوشی نے بتایا۔ "اس وقت میرا باپ گھر پر میری موجودگی کو برداشت کر رہا تھا، اس وجہ سے نہیں کہ وہ مجھے پیار کرتا تھا، بلکہ اس وجہ سے کہ اس کے پاس اور کوئی چارہ نہیں تھا۔"

نوشی کے والد علاقے کے اسکول میں جانے پہچانے استاد تھے۔ نوشی کے گھر واپس آنے، انہوں نے ابھی تک اس سے کوئی بات چیت نہ کی۔

" میرے والد نے کبھی میری طرف مسکرا کر نہیں دیکھا؛ یہاں تک کہ انہوں نے میری طرف دیکھا تک نہیں۔ یہاں تک کہ جب میں اپنے لیے چائے بنا رہی ہوتی تھی تو میرے والد گیس بند کر دیتے تھے۔ میرے لیے نفرت کبھی ختم نہ ہوئی۔"

اپنی والدہ کی وفات کے بعد، نوشی واپس خواجہ سراء برادری کے پاس چلی گئی۔ 30 برس کی عمر میں، اس نے اپنی روزی روٹی کے لیے شادی اور سالگرہ کی تقریبات پر ناچ گانا کرنا شروع کر دیا۔ جیسے جیسے اس کی عمر بڑھی، اسے ناچ کا کام ملنا بند ہو گیا اور اس کے پاس بھیک مانگنے کے سوا کوئی اور چارہ نہ بچا۔

اس وقت نوشی ایک کمرے کے مکان میں رہتی ہے جو ہر اس فرد کے لیے کھلا ہے جو اسے سے ملتی جلتی زندگی جی رہا ہے۔۔۔ ایک ایسی زندگی جس میں دکھ اور ڈر کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ نوشی خواجہ سراء برادری کے نوجوانوں کی مشاورت کرتی ہے اور زندگی میں محدود راستوں میں سے اپنا راستہ منتخب کرنے میں ان کی مدد کرتی ہے۔ وہ اپنے جونیئرز کو کہتی ہے کہ وہ خود پڑھیں اور سخت محنت کریں۔

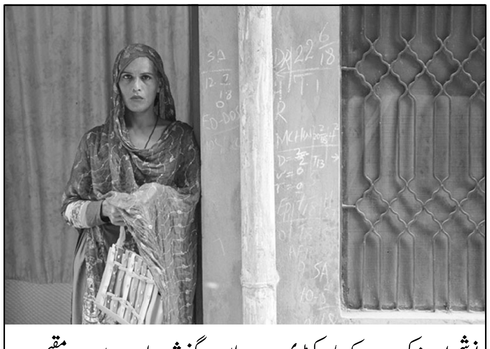

نوشی اپنے کمرے کے باہر کھڑی ہے جہاں وہ گذشتہ چار برسوں سے مقیم ہے

نوشین کی اپنی خواجہ سراء دوستوں کے ساتھ تصاویر

نوشی نے ایک آہ بھرتے ہوئے کہا، " کوئی بھی آپ کے مدد کو نہیں آنے والا جب تک آپ خود اپنے لیے کچھ نہیں کرتے۔"

یہ خیال کیا جاتا ہے کہ خواجہ سراؤں کی دعا یا بددعا قبول ہوتی ہے، اور وہ اس بیک وقت محبت و نفرت کے جذبے کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ کام اس سے مختلف ہے جو بعض لوگ جادو کے استعمال سے کرتے ہیں، کیونکہ وہ کھلے ہیں، بات چیت کرنے کے لیے دستیاب جبکہ دوسرے لوگ ایسا نہیں کرتے۔

اول، لوگ انہیں ان کی شرائط پر قبول نہیں کرتے۔ دوم، یہاں تک کہ وہ بھی جو ان کی حمایت میں بولتے ہیں وہ بھی مکمل طور پر بدل جاتے ہیں جب ان کی اپنے خاندان یا برادری سے کوئی فرد خواجہ سراء کے طور پر سامنے آتا ہے۔ نوشی کے خیال میں یہ بنیادی وجوہ تھیں جنھوں نے اسے اپنا گھر چھوڑنے اور ایک نئ زندگی شروع کرنے پر مجبور کیا۔

"اس نے آہ بھرتے ہوئے کہا" میرے پرانے ہم جماعت کلاس میں جن کی کارکردگی اتنی اچھی نہیں ہوتی تھی جتنی میری ہوتی تھی، ان میں سے بعض سرکاری ملازمت کر رہے ہیں، اور کچھ نجی شعبے میں کام کر رہے ہیں۔"" ہر صبح جب میں اٹھتی ہوں تو میں سوچتی کہ میرے پرانے دوست اپنے دفتروں میں جانے کے لیے تیاری کے لیے جاگ رہے ہیں۔۔۔ اور میں، ان کی کلاس مانیٹر، سڑکوں پر بھیک مانگنے کے لیے جاگ رہی ہوں، صرف اس وجہ سے کہ میں ان سے مختلف پیدا ہوئی۔"

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ایکسپریس ٹریبون)

معذوری کا شکار افراد کے حقوق

معذوری کا شکار افراد کے عالمی کنونشن کے تحت فراہم کردہ بعض حقوق

معذوری کا شکار افراد کے حقوق کا عالمی منشور 13 دسمبر 2006 کو منظور ہوا تھا۔ پاکستان نے 5 جولائی 2011 میں اس کی توثیق کی تھی۔

آرٹیکل 5: برابری اور غیر امتیازی سلوک

معذوری کا شکار افراد کو کسی بھی بنیاد پر ہونے والے امتیازی سلوک سے موثر قانونی تحفظ کا حق حاصل ہے۔

آرٹیکل 6: معذوری کا شکار خواتین

ریاست کو اس بات کو یقینی بنانا ہوگا کہ معذوری کا شکار خواتین اپنے بنیادی حقوق سے مکمل طور پر لطف اندوز ہوسکیں۔

آرٹیکل 7: معذوری کا شکار بچے

ریاست کو اس بات کو یقینی بنانا ہوگا کہ معذوری کا شکار بچے اپنے انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں سے دوسرے بچوں کے ساتھ مساوی بنیادوں پر لطف اندوز ہوسکیں۔

آرٹیکل 13: انصاف تک رسائی

معذوری کا شکار افراد کی انصاف تک موثر رسائی کو یقینی بنانے کے لیے، فریق ریاستیں انصاف کے انتظام و انصرام کے شعبے میں کام کرنے والے تمام افراد، بشمول پولیس اور جیل کے عملے کے لیے مناسب تربیت کا انتظام کریں گی۔

آرٹیکل 16: استحصال، تشدد اور بدسلوکی سے تحفظ

فریق ریاستیں معذوری کا شکار افراد کو گھر کے اندر اور باہر ہر قسم کے استحصال، تشدد اور بدسلوکی سے تحفظ فراہم کرنے کے لیے قانون سازی سمیت تمام انتظامی، سماجی، تعلیمی اور دیگر اقدامات کریں گی۔

آرٹیکل 21: اظہار رائے کی آزادی اور معلومات تک رسائی

فریق ریاستیں اس بات کو یقینی بنانے کے لیے تمام مناسب اقدامات کریں گی کہ معذوری کا شکار افراد اپنے اظہار رائے کی آزادی کے حق کا دیگر افراد کی طرح مساوی بنیادوں پر اور اپنی پسند کے تمام ذرائع مواصلات کے ذریعے استعمال کرسکیں۔

آرٹیکل 24: تعلیم

معذوری کا شکار افراد کو تعلیم کا حق حاصل ہے اور فریق ریاستیں ہر سطح پر ایک جامع تعلیمی نظام اور تاحیات سیکھنے کے عمل کو یقینی بنائیں گی۔

آرٹیکل 25: صحت

معذوری کا شکار افراد کو اسی درجے اور معیار کی مفت یا کم خرچ نگہداشت صحت کی سہولیات فراہم کی جائیں جو دیگر افراد کو فراہم کی جاتی ہیں، بشمول جنسی اور تولیدی صحت اور آبادی پر مبنی عوامی صحت کے پروگراموں میں۔

آرٹیکل 27: کام اور ملازمت

ملازمت کی تمام اقسام سے متعلقہ تمام معاملات، بشمول بھرتی اور ملازمت کی شرائط، ملازمت کے تسلسل، کیریئر کی ترقی اور کام کے محفوظ اور صحت مند حالات کے حوالے سے معذوری کی بنیاد پر امتیازی سلوک کی ممانعت کی جائے۔

ملکی قانون کے تحت فراہم کردہ حقوق

تعلیم

معذوری کا شکار افراد کو:

☆ پاکستان بھر میں ڈائریکٹوریٹ جنرل سپیشل ایجوکیشن (DGSE) کی جانب سے قائم اسپیشل ایجوکیشن سنٹر میں مفت پرائمری تعلیم کی سہولت دی گئی ہے۔

☆ بصارت سے محروم طلبہ داخلہ فیس اور ٹیوشن فیس سے استثنا حاصل ہوگا۔

☆ معذور طلبہ کو انٹرمیڈیٹ کی سطح تک مفت تعلیم کی سہولت حاصل ہوگی۔

ملازمت

معذوری کا شکار افراد کے لیے ملازمتوں میں:

☆ تمام صوبوں میں ملازمتوں میں کوٹہ مخصوص کیا گیا ہے۔

☆ 15 سکیل اور سول عہدوں کے لیے ملازمتوں میں عمر کی حد میں دس سال کا اضافہ کیا گیا ہے۔

☆ سماعت بصارت اور جسمانی طور پر محروم افراد کو مقابلے کے امتحانات میں شرکت کی اجازت دی گئی ہے۔

سہولیات:

☆ معذوری کا شکار امیدواروں (سماعت، بصارت قوتِ گویائی اور جسمانی معذوری) کو مددگار یا آلے (رائٹر، کمپیوٹر، آڈیو ریکارڈ، بریل) درخواست پر فراہم کیے جائیں گے۔

☆ نابینا امیدواروں کو فی گھنٹہ پندرہ منٹ اضافی مہیا کیے جائیں گے۔

☆ ایسے تمام افراد جو کسی قسم کی معذوری کا شکار ہوں وہ محکمہ اطلاعات اور محکمہ ڈاک کے مقابلہ کے امتحانات میں حصہ لے سکتے ہیں۔ ان کے لیے اس محکمہ میں مخصوص فیصد کوٹہ مختص کیا گیا ہے۔

☆ فنی تربیت اور بحالی کی سہولتیں ویلڈنگ، بنچ فٹنگ (مشینسٹ فٹنگ، ٹیلرنگ اور الیکٹریکل اور الیکٹرانک آلات کی تیاری کے لیے فراہم کی جائیں گی۔

☆ کمپیوٹر ٹریننگ کے سرکاری اداروں سے کمپیوٹر کی تربیت کی سہولتیں حاصل ہوں گی۔

صحت

معذوری کا شکار افراد کو

☆ وفاقی حکومت کے تمام ہسپتالوں میں مفت علاج کی سہولت حاصل ہے۔

نوٹ: متعلقہ درخواست فارم اور دیگر معلومات ڈپٹی سیکرٹری (درآمدات) وزارت تجارت حکومت پاکستان (اسلام آباد) سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

☆ ڈی ایچ اے اور سی ڈی اے کی جانب سے خریداری کے لیے پیش کی جانے والی زمین پر دو فیصد کوٹہ کی سہولت اور ابتدائی اور آخری ادائیگی پر پچاس فیصد کی رعایت حاصل ہوگی۔

☆ مکانات کی الاٹمنٹ میں معذوری کا شکار سرکاری ملازمین کو ترجیح دی جائے گی۔(وفاقی حکومت کی ایمپلائز رہائشی اسکیموں میں کوٹہ مخصوص ہے)۔

مالی امداد

☆ ایسے خاندان جن میں دو یا دو سے زائد بچے معذور ہوں انہیں 25 ہزار روپے سالانہ دیے جائیں گے۔

☆ ایسے خاندان جن میں ایک بچہ معذور ہو، انہیں دس ہزار روپے سالانہ دیے جائیں گے-اس کے لیے درخواست فارم، شناختی کارڈ کی کاپی، تصویر جس میں اس شخص کی معذوری دکھائی دیتی ہو فراہم کرنا ہوں گے۔

☆ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام (احساس پروگرام پاکستان) کے تحت ایک ہزار روپے ماہانہ فی خاندان کی امداد مہیا کی جائے گی مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ خاتون درخواست دہندہ شناختی کارڈ کی حامل ہوں اور ماہانہ گھریلو آمدنی 6000 روپے سے کم نہ ہو۔

آلات کی فراہمی

☆ امدادی اشیاء مثلاً وہیل چیئر، وہائٹ کین اور سماعت میں مدد دینے والے آلات، بیت المال کی جانب سے مفت فراہم کیے جائیں گے اس کے لیے وہی دستاویزات درکار ہوں گی جو مالی امداد کے لیے درخواست دیتے وقت فراہم کرنی ہوتی ہیں۔

☆ مصنوعی ٹانگیں اور مصنوعی دانت مفت دیے جائیں گے۔ ان کے لیے معذوری کے سرٹیفکیٹ فراہم کرنا ہوگا۔

☆ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے واقعات کی رپورٹ

1-وقوعہ کیا تھا:						
2-وقوعہ کب ہوا؟	سال		مہینہ		تاریخ	
3-وقوعہ کہاں ہوا؟	گاؤں		محلّہ			
	ڈاک خانہ		تحصیل وضلع			
4- کیا وقوعہ کا مقامی رسم ورواج سے تعلق ہے	ہاں		نہیں			
5-وقوعہ کیسے ہوا؟ (مختصر تفصیل)						
6-وقوعہ کا ماضی کے کسی دوسرے واقعہ سے تعلق اور اس کی مختصر تفصیل						

7-وقوعہ کا شکار ہونے والے کے کوائف	نام	ولد/زوجہ	پیشہ

8-وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے معاشی/سماجی حیثیت	بچہ/بچی	عورت/مرد	غریب/ان پڑھ	بوڑھا/بوڑھی	بیمار
	مخالف سیاسی کارکن	سماجی کارکن	اقلیتی فرقے کا رکن	دیگر (تخصیص کریں)	

9-وقوعہ میں ملوث اشخاص کے کوائف:	نام	ولدیت/زوجیت	عہدہ	پیشہ
	-1			
	-2			
	-3			

10-وقوعہ کے ذمہ دار فرد/افراد کی معاشی/سماجی حیثیت	بڑا جاگیردار/زمیندار/بہت امیر آدمی	متوسط طبقے سے/غریب آدمی	با اثر صلاحیت/سیاسی اثر ورسوخ

11-وقوعہ کی پشت پناہی کرنے والے عناصر کے کوائف	نام اور ولدیت	عہدہ	پیشہ	پارٹی/ادارہ
	-1			
	-2			
	-3			

12-وقوعہ سے متعلقہ فریقین گواہان وغیر جانبدار افراد کے کوائف وموقف

وقوعہ سے تعلق	نام اور ولدیت	وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے ساتھ تعلق/رشتہ داری	عہدہ	موقف
واقعہ سے متاثر				
واقعہ کا ذمہ دار				
چشم دید گواہ				
غیر جانبدار/پڑوسی				

13-اس قسم کے واقعات علاقہ میں کس قدر ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں	بہت زیادہ	اکثر اوقات	کبھی کبھار	کبھی نہیں
14-اس قسم کے واقعات اندازاً کتنی تعداد میں ہوتے ہیں	روزانہ	ماہانہ	سالانہ	
15-وقوعہ کے بارے میں HRCP نامہ نگار/اس کے ساتھ چھان بین کرنے والے/والوں کی رائے				

رپورٹ بھیجنے والے کے کوائف:	نام	پتہ: گاؤں/محلّہ	شہر/ضلع

انسانی حقوق کے عالمی منشور کی کس شق کی خلاف ورزی ہوئی؟

دستخط: ....

تاریخ: ....

انسانی حقوق کے عالمی دن

اگست

9اگست	دنیا بھر کے مقامی افراد کا عالمی دن
12اگست	نوجوانوں کا عالمی دن
19اگست	انسانیت پسندی کا عالمی دن
23اگست	غلاموں کی تجارت کی یاد آوری اور اس کے خاتمے کا عالمی دن (یونیسکو)
29اگست	جوہری تجربات کے خلاف عالمی دن
30اگست	جبری گمشدگیوں کے متاثرین کا عالمی دن

جہدحق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔
جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،
نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کا رکن متوجہ ہوں

''جہدحق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پرمبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتے تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تا کہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

جہدحق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
''ایوان جمہور'' 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور
فون : 35838341-35864994 فیکس : 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ : www.hrcp-web.org
پرنٹر: مکتبہ جدیدپریس، 14ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15

اظہارِ لاتعلقی: فریڈرک نعمان فاؤنڈیشن اِس رسالے میں شامل خیالات و مواد کی ذمہ دار نہیں ہے۔ فریڈرک نومان فاؤنڈیشن فار فریڈم کا اِس رسالے کے مواد و خیالات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ اِس رسالے کی اشاعت کو ممکن بنانے کے لیے فریڈرک نعمان فاؤنڈیشن نے مالی معاونت کی ہے۔